قرآن اور چہرۂ نفاق

سید احمد خاتمی

ترجمہ :

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اوّل...۱۱

عرض مترجم...۱۵

مقدمہ مصنف...۱۹

فصل اوّل: نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق شناسی کی ضرورت...۲۷

دشمن شناسی کی اہمیت...۲۷

قرآن میں نفاق اور منافقین...۳۱

نفاق کے لغوی واصطلاحی معانی...۳۷

لفظ نفاق کا ریشہ اور اسکی اصل...۳۷

قرآن واحادیث میں نفاق کے معانی...۳۹

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ...۴۹

مشہور نظریہ...۴۹

مشہور نظریہ کی تحقیق...۵۵

مرضِ نفاق اور اس کے آثار...۵۸

فصل دوم: منافقین کی سیاسی خصائص

اغیار پرستی...۶۳

اغیار سے سیاسی روابط اور اسکے اصول وضوابط...۶۳

اصل اوّل: شناخت اغیار...۶۳

اصل دوم: دشمن کے مقابلہ میں ہوشیاری واقتدار کا حصول...۷۴

اصل سوم: اغیار سے دوستی ومحبت کا ممنوع ہونا...۷۶

اصل چہارم: غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط...۸۰

منافقین کا اغیار سے ارتباط اور طرز عمل...۸۳

اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ...۸۵

ولایت ستیزی...۹۵

ولایت نیز اسلام میں ولایت پذیری........................95
ولایت کے سلسلہ میں منافقین کی روش........................100
ولایت ستیزی کے عملی مناظر........................102
منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں........................119
موقع پرست ہونا........................119
صاحبان غیرت دینی کی تحقیر........................130
وحدت اور ہمبستگی........................135
فتنہ پروری........................139
نفسیاتی جنگ کی ایجاد........................146
نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل........................147
فصل سوم: منافقین کی نفسیاتی خصائص
منافقین کی نفسیاتی خصوصیتین........................159
تکبر اور خود بینی........................159
خوف وہراس........................166
تشویش واضطراب........................170
لجاجت گری........................172
ضعف معنویت........................175
خواہشات نفس کی پیروی........................178
گناہ کی تاویل........................182
فصل چہارم: منافقین کی ثقافتی خصائص
خودی اور اپنائیت کا اظہار........................187
اظہار خودی کے لئے منافقین کی راہ وروش........................189
دینی یقینیات کی تضعیف........................203
شبہ کا القا........................210
فصل پنجم: منافقین کی اجتماعی ومعاشرتی خصائص
اہل اصلاح وایمان ہونے کی تشہیر........................221

معروف کی نہی اور منکر کا حکم..۲۲۳

بخیل ہونا...... ....۲۲۵

صاحبان ایمان کی عیب جوئی اور استہزا...............۲۲۷

خندہ زنی...۲۲۹

کینہ توزی...۲۳۱

فصل ششم: منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

روشن فکری وافشا گری...۲۳۵

نفاق کے حربے سے مقابلہ.......................................۲۴۰

منافقین سے قابعانہ برتاؤ..۲۴۶

مصادر وماخذ..۲۴۹

•

حرف اوّل

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیّاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ ومؤسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے مشعل حق لیکر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا۔

اس لئے تیئیس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران وروم کی قدیم

تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل و آگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگرچہ رسول اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلبیت علیہم السلام اور ان کے پیروؤں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے ،وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہلبیت نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا، چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما اور دانشور دنیاء اسلام کو پیش کئے جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلبیت کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین و بیتاب ہے۔

یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام (عالمی اہلبیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلبیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔

موجودہ دنیاء بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے۔

ہمیں یقین ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلبیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث، اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن، انانیت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو، امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کیلئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرتے ہیں۔

زیر نظر کتاب، مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے فاضل علام حجۃ الاسلام والمسلمین "سید احمد خاتمی" کی گراں قدر کتاب قرآن اور چہرہ نفاق کو فاضل جلیل مولانا" سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی" نے اردو زبان میں اپنے سے قلم آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گذار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔

اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی

بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان یں یہ ادنی جہاد رضائے مولی کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام

بسمہ تعالی

عرض مترجم

))ن ٓو القلم و ما یسطرون((

ابراہیم زمن، شہنشاہیت شکن، حضرت امام خمینیؒ کی قیادت ور ہبری میں رونما ہونے والا عظیم اسلامی انقلاب جس نے افکار شرق اور سیاست غرب کو تہ و بالا کر کے رکھدیا، جس نے عالم اسلام کو نئی حیات و وقار عطا کیا، اس انقلاب کی کامیابی کے بعد، اسلامی تہذیب و تمدن، فرہنگ و ثقافت، افکار و اخلاق کو اہل جہاں تک پہونچانے کیلئے، جہاں اور اہم اسلامی ادارے وجود میں آئے، مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام نے بھی صفحۂ ہستی پر قدم رکھا اس عالمی ادارہ کے بلند اغراض و مقاصد میں سے ایک، معارف اہلبیت اطہار علیہم السلام کے تشنگان کو سیر اب کرنا ہے، اس مقدس ہدف و مقصد کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لئے دنیا کی ہزاروں رائج زبانوں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کے افکار و اخلاق، افعال و گفتار، رفتا و کردار کو تحریری شکل میں پیش کیا جاتا ہے اسی رائج زبانوں میں ایک اردو بھی ہے، اس عالمی ادارے کی طرف سے اردو زبان میں اب تک قابل توجہ اعداد میں کتب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کے پیش نظر کتاب ''قرآن اور چہرہ نفاق'' فارسی کتاب '' سیمای نفاق در قرآن'' کا اردو ترجمہ ہے، حقیر نے تمام ہمت کے ساتھ کوشش کی ہے کہ مطلب و مفہوم کتاب کو سادے، آسان، عام فہم الفاظ میں پیش کرے، غیر مانوس اور ذہن گریز کلمات سے پرہیز کیا گیا ہے۔

یہ کتاب موضوع نفاق پر ایک جامع و کامل دستاویز ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ کتاب صاحبان ایمان کی خدمت میں خصوصی ہدیہ ہے اس لئے کہ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اجر رسالت کی ادائگی نہ ہو، اجر رسالت اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اہلبیت اطہارؑ سے محبت و مودت نہ کی جائے (۱) ان حضرات سے محبت و مودت نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کے دشمنوں کی شناخت کرتے ہوئے ان سے اور ان کے افعال و کردار سے نفرت نہ کی جائے، اور یہ ممکن ہی نہیں جب تک نفاق کی آشنائی کا حصول نہ ہو جائے، اس لئے کہ نفاق کی شناخت اہلبیتؑ اطہار کے دشمنوں کی شناخت ہے۔

اگر یہ نفاق نہ ہوتا تو امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کا حق غصب نہ کیا گیا ہوتا، ام ابیہا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے شکم و بازو پر جلتا ہوا دروازہ نہ گرایا گیا ہوتا، قرۃ عین رسول اللہؐ امام حسن مجتبیٰؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش نہ ہوتی اور کربلا کے میدان میں ''حسین منی و انا من الحسین'' کا تن تنہا مصداق تین دن کا تشنہ لب شہید نہ کیا گیا ہوتا۔

اگر نفاق کے اقدامات نہ ہوتے تو آج کرۂ ارض کی وضعیت و کیفیت کچھ اور ہوتی، جہانی وعالمی معاشرے کا رنگ وروپ کچھ اور ہی ہوتا، آج عالم اسلامی کی ذلت وپستی اور اعداء اسلام کی پیش قدمی اس نفاق کے عملی اقدام کا نتیجہ ہے۔

شناخت نفاق کا ماحصل اہلبیتؑ کے دشمنوں کی شناخت ہے اور ان کے دشمنوں کی شناخت تبرّا کے قالب میں جزء فروع دین ہے، فروع دین کے اجزا کی بجاآوری تکمیل ایمان کا سبب ہے۔

لہذا استاد محترم حجۃ الاسلام والمسلمین سید احمد خاتمی دام ظلہ العالی کی کتاب ''قرآن اور چہرۂ نفاق''، ایمان کو جلا، فکر کو مستحکم، عمل کو قوی، دائرہ ایمان کو وسیع کرنے کے لئے معاون ومددگار ثابت ہوگی استاد معظم نے دقیق مطالب، شائستہ انداز، زمان ومکان سے تطابق کرتے ہوئے جامع وکامل کتاب تحریر فرمائی ہے۔

آپ آشیانۂ آل محمد علیہم السلام، مرکز تشیّع، بستان علم، گلشن فقاہت، حوزہ علمیہ قم جمہوری اسلامی ایران کے ستارہ فروزان ہیں آپ کو علوم اسلامی میں تبحّر حاصل ہے، علم اصول وفقہ وتفسیر قرآن کے ہزاروں تربیت کردہ آپ کے شاگرد خدمات اسلام وقرآن انجام دے رہے ہیں۔

بہر حال بندہ کے لئے باعث افتخار ہے کہ ایسے عظیم المرتبت گراں قدر عالم وفاضل وجلیل کی کتاب کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں، معانی ومفاہیم کو منتقل کرنے میں کتنا کامیاب رہا ہوں وہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں البتہ اس کتاب کو ادبی محک سے نہ پرکھا جائے کیوں کہ کسی ادیب کے ذریعہ ترجمہ شدہ نہیں، لہذا خطاو غلطی کو دامن عفو میں جگہ دیں گے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

جمہوری اسلامی ایران

بسمہ تعالی

مقدمہ مصنف

بصیرت ونظر، دینی معاشرے کے لئے بنیادی ترین معیار رشد وکمال ہے، دینی معاشرہ میں فضا سازی، طلاطم آفرینی، معرکہ آرائی، سخن اوّل نہیں ہوتے بلکہ سخن اوّل بصیرت ونظر ہے، دعوت حق کے لئے، بصیرت لازم ترین شرط ہے، اللہ کی طرف دعوت دہندگان کو چاہئے کہ خود کو اس صفت سے آراستہ کریں:

) قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتّبعنی)(۱ (

آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں، اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔

بصیرت ودانائی کثیر الجہت ومختلف زوایا کی حامل ہے، خدا، نبیؐ وامامؑ کی

معرفت، قیامت کی شناخت اور وظائف سے آشنائی وغیرہ .....

دشمن کی معرفت و، اہم ترین زاویہ بصیرت پر مشتمل ہے، اس لئے کہ قرآن میں اکثر مقام پر خدا کی وحدانیت وعبودیت کی دعوت کے بعد یا اس کے قبل بلا فاصلہ، طاغوت سے انکار(۱) طاغوت سے پرہیز(۲) عبادت شیطان سے کنارہ کشی(۳) کی گفتگو ہے، کبھی دشمن شناختہ شدہ ہے، علی الاعلان، دشمنی کے بینر کو اٹھائے ہوتا ہے، اس صورت میں گرچہ دشمن سے ٹکرانے میں بہت سی مشکلات وسختی کا سامنا ہے، لیکن فریب واغوا کی صعوبتیں نہیں ہیں۔

لیکن کبھی دشمن ایسے لباس ایسے رسم ورواج میں ظہور پذیر ہوتا ہے، جسے سماج ومعاشرہ، مقدس سمجھتا ہے، مخالفت دین کا پرچم اٹھائے نہیں ہوتا، بلکہ اپنی منافقانہ رفتار وگفتار کے ذریعہ خود کو دین کا طرفدار ومروّج، دین کا پاسبان ونگہبان ظاہر کرتا ہے۔

اس حالت میں دشمن سے مبارزہ ومقابلہ کی سختی ومشکلات کے علاوہ دوسری مشکلات وصعوبتیں بھی عالم وجود میں آتی ہیں، جو اصل مقابلہ ومبارزہ سے کہیں زیادہ اور کئی برابر ہوتیں ہیں، اور وہ مشکلات عوام فریبی، اثر گذاری اپنے ہی فریق ودستہ پر ہوتی ہے۔

اسی بنا پر امیر المومنین علی علیہ السلام کی ناکثین، قاسطین، مارقین سے حرب وجنگ، ان جنگوں کی بہ نسبت سخت ترین ومشکل ترین تھی جو پیامبرؐ عظیم الشانؐ نے بت پرستوں ومشرکوں سے کی تھی۔

اس لئے کہ مرسل اعظمؐ کے مدمقابل وہ گروہ تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد، لیکن امام علیؑ کا ان افراد سے مقابلہ تھا جن کو بہت سے جہادوں میں پیغمبرؐ کے ہم رکاب ہونے کا تمغہ حاصل تھا(۱) اور جانباز اسلام کہلاتے تھے(۲)ان افراد سے مقابلہ تھا جن کے درخشاں ماضی کو دیکھتے ہوئے پیامبرؐ اسلام نے تعریف وتمجید کی تھی(۳(

ان افرد سے مقابلہ تھا جن کی پیشانی پر کثرت عبادت وشب زندہ داری کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے(۱)ان افراد سے مقابلہ تھا جن کی رات گئے قرائت قرآن کی دلنشین آواز کا جادو کمیل جیسی عظیم ہستی پر بھی اثر انداز ہو گیا تھا(۲(

حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ اس نوعیت کے دشمنوں سے تھا۔ ظاہر سی بات ہے ایسے دشمنوں سے معرکہ آرائی، ان کے حقیقی چہرے کی شناسائی علوی

نگاہ وبصیرت کا کام ہے، جیسا کہ خود آپ نے نہج البلاغہ میں چند مقام پراس کی تصریح بھی فرمائی ہے(۳(

اہم ترین زاویہ بصیرت ایسے دشمنوں کی شناخت ہے جسے قرآن کریم

منافق کے نام سے یاد کرتا ہے۔

قرآن کریم میں نفاق کے رخ کا تعارف کرانے کے سلسلہ میں کفر سے کہیں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے،اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے خطرات ونقصان کافروں سے کہیں زیادہ منافقوں سے ہے۔

خاص کر آج کے اسلامی وانقلابی معاشرہ کے لئے جس نے بحمد اللہ سربلندی کے ساتھ اسلامی انقلاب کی چھبیس،۲۶ بہاروں کا مشاہدہ کر چکا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خدا کے فضل وکرم اور پیامبر عظیم الشانؐ واہل ابیتؑ اطہار کی ارواح طیبہ کے تصدق میں تمام مشکلات وزحمات کو حل کرتے ہوئے دینی حکو مت ومعاشرت کا ایک عالی ترین وکامیاب ترین نمونہ ومعیار ثابت ہوگا۔

آج بیرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمن (منافقین) تمام قدرت وطاقت کے ساتھ سعی لاحاصل میں مصروف ہیں، کہ اسلامی معاشرے کو باور اور یقین کرادیں کہ دینی حکومت ونظام ناکام ہے،تاکہ پوری دنیا کے وہ افراد جو قلباً اس انقلاب سے وابستہ ہیں ان کو ناامید کرسکیں۔

اس سلسلہ میں اپنی تمام توانائی صرف کرچکے ہیں، جو کچھ قدرت واختیار میں تھا انجام دے چکے ہیں، اگر اب تک کسی کام کو انجام نہیں دیا ہے،اس کا مطلب یہ نہیں کہ انجام دینا نہ چاہتے ہوں بلکہ اس فعل کے عمل سے عاجز وناتواں ہیں۔

عظیم الشان اسلامی انقلاب کی اوائل کامیابی سے ہی کفر کا متحد گروہ خالص محمدیؐ اسلام کہ مقابل صف آرائی میں مشغول ہے،اور اس گروہ کی عداوت ابھی تک جاری ہے۔

اس جماعت کا اسلامی انقلاب کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان میں اتحاد ہی اتحاد ہے، بلکہ یہ گروہ اختلاف وافتراق کا مرکز ہے لیکن ان کا مشترک ہدف ومقصد اسلامی انقلاب سے مقابلہ کرنا ہے۔

احزاب کو اسلامی نظام سے ٹکرادینا، بغیر درک وفہم کے قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنا، ایران کی مسلمان ملت پر جنگ مسلط کرنا،ان کے مشترک اہداف ومقاصد کے کچھ نمونہ ہیں۔

اسلامی انقلاب کے کینہ پرور دشمنوں کا آخری حربہ انقلاب کی اصالت وبنیاد پر ثقافتی یورش کرنا ہے لیکن اب تک جس طریقہ سے ان کی سازشیں ناکام ہو تی رہی ہیں، خدا کے فضل وکرم سے یہ سازش بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گی۔

ان سازشوں کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں اہم ترین وسیلہ، نفاق ومنافقین کی روش وطرزِ عمل کی شناخت ہے، خوش قسمتی سے قرآن مجید اس سلسلہ میں عمیق، جامع، موزون مطالب ونکات کو پیش کررہا ہے۔

خداوند عالم کے لطف وکرم سے امید کرتا ہوں کے یہ ناچیز کتاب، اسلامی معاشرہ کے لیے دینی بصیرت وبینائی کے اضافہ کا سبب بنے گی، انشاء اللہ

)بشر المنافقین بانّ لہم عذاباً الیماً)(۱(

آپ ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں.

سید احمد خاتمی

حوزہ علمیہٗ قم المقدسہ

جمہوری اسلامی ایران

فصل اوّل

نفاق کی اجمالی شناخت

۱۔ نفاق شناسی کی ضرورت

۲۔ نفاق کی لغوی و اصطلاحی معانی

۳۔ اسلام میں نفاق کے وجود آنے کی تاریخ

نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق شناسی کی ضرورت

دشمن شناسی کی اہمیت

صاحبان ایمان کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ خصوصاًاسلامی نظام و قانون میں دشمن کی شناخت و معرفت ہے۔

اس میں کوئی تردید نہیں کہ اسلامی نظام کو برقرار رکھنے اوراس کے استحکام، پائداری کے لئے اندرونی(داخلی) وبیرونی(خارجی)دشمنوں نیز،ان کے حملہ وروسائل کی شناخت لازم وضروری ہے،دشمن اوران کے مکروفریب کو پہچانے بغیر مبارزہ کا کوئی فائدہ نہیں،بعض اوقات دشمن کے سلسلہ میں کافی بصیرت وہوشیاری نہ ہونے کے سبب،انسان دشمن سے رہائی حاصل کرنے کے بجائے دشمن ہی کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر اقدام سے پہلے بصیرت وہوشیاری کو بنیادی شرط بتایا ہے،آپ فرماتے ہیں :

))العامل علی غیر بصیرۃ کالسائر علی غیر الطریق،لایزیدہ سرعۃالسیر الا بعداً عن الطریق))(۱(

بغیر بصیرت وآگاہی کے عمل کو انجام دینے والا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کو بغیر پہچانے ہوئے چلنے والا،کہ اس صورت میں اصل ہدف ومقصد اور راہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی ضرورت کی بنا پر قرآن میں پندرہ سو آیات سے زیادہ دشمن کی شناخت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں،خداوند عالم ان آیات میں،مومنین اور نظام اسلامی کے مختلف دشمنوں کی(جن وانس میں سے)نشاندہی کی ہے نیزان کی دشمنی کے انواع واقسام حربے اوران سے مقابلہ کرنے کے طور وطریقہ کو بتایا ہے،اوراس بات کی مزید تاکید کی ہے کہ مسلمان ان سے دور رہیں اور برائت اختیار کریں:

)یا أیھاالذین آمنوالا تتخذ واعدوی وعدوکم اولیاء()۲(

اے صاحبان ایمان اپنےاور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

آیات قرآن کی بناپر مومنین کے دشمنوں کو بنیادی طور پر چار نوع و گروہ میں تقسیم کیا جاسکتاہے۔

نوع اوّل: شیطان اور اسکے اہل کار

)انّ الشیطان لکم عدو فاتخذ وہ عدوا()۱(

یقیناًشیطان تم سب کا دشمن ہے، تم بھی اسے دشمن بنائے رکھو۔

بعض قرآن کی آیات میں، خداوند عالم نے انسان خصوصاًمومنین کے سلسلہ میں شیطان کے آشکار کینےاور دشمنی کو عدو مبین (آشکار دشمن) سے تعبیر کیا ہے، اللہ انسان کو منحرف کرنے والے شیطان کے مکر وفریب، حیلے کو شمار کرتے ہوئے، مومنین سے چاہتاہے کے وہ شیطان کے راستے پر نہ چلیں۔

)یاایھاالذین آمنوالا تتبعوا خطوات الشیطان()۲(

اے صاحبان ایمان شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

نوع دوّم: کفار

قرآن کی نظر میں مومنین کے دشمنوں میں ایک دشمن کفار ہیں۔

)انّ الکافرین کانوالکم عدوامبینا()۳(

کفار تمھارے آشکار وعیاں دشمن ہیں۔

نوع سوم: بعض اہل کتاب

صاحبان ایمان واسلام کے دشمنوں میں بعض اہل کتاب خصوصاًیہودی دشمن ہیں، شہادت قرآن کے مطابق، صدر اسلام سے اب تک اسلام ومسلمان کے کینہ توز، عناد پسند دشمن یہودی رہے ہیں، قرآن ان سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کو منع کرتاہے۔

)لتجدنّ اشدّالناس عداوۃ للذین آمنوالیہود()۱ (

یقیناآپ مومنین کے سلسلہ میں شدید ترین دشمن یہود کو پائیں گے۔

نوع چہارم: منافقین

قرآن مجید نے منافقین کے اصلی خدوخال اور خصوصیت نیزان کی خطرناک حرکتوں کواجاگر کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام اور بندوبست کیا ہے، تین سو سے زیادہ آیات میں ان کے طرز عمل کوافشا کرتے ہوئے مقابلہ کرنے کی راہ اور طریقہ کو پیش کیاگیاہے۔

یہ قرآنی آیتیں جو تیرہ سوروں کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں بحث حاضر، قرآن میں چہر� ۂ نفاق کا اصلی محور وموضوع ہیں۔

گرچہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ارواحنالھم الفداء کے زرین اقوال بھی روایات واحادیث کی شکل میں تناسب مباحث کے اعتبار سے پیش کئے جائیں گے۔

قرآن میں نفاق ومنافقین:

منافقین کی خصوصیت وصفات کی شناخت کے سلسلہ میں، قرآن اکثر مقام پر جوتاکید کر رہاہے وہ تاکید کفار کے سلسلہ میں نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے

کہ کفار علی الاعلان، مومنین کے مد مقابل ہیں، اور اپنی عداوت خصومت کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن منافقین وہ دشمن ہیں جو دوستی کا لباس پہن کر اپنی ہی صف میں مستقر ہوتے ہیں، اور اس طریقہ سے وہ شدید ترین نقصان اسلام اور مسلمین پر وارد کرتے ہیں، منافقین کا مخفیانہ و شاطرانہ طرز عمل ایک طرف، ظواہر کے آراستگی دوسری طرف، اس بات کا موجب بنتی ہے کہ سب سے پہلے ان کی شناخت کے لئے خاص بینایی وبصیرت چاہئے، دوسرے ان کا خطرہ وخوف آشکار دشمن سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کن للعدو المکاتم اشدّ حذر منک للعدو المبارز" (۱(

آشکار وظاہر دشمن کی بہ نسبت باطن و مخفی دشمن سے بہت زیادہ ڈرو۔

آیت اللہ شہید مطہری، معاشرہ میں نفاق کے شدید خطرے نیز نفاق شناسی کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نفاق کے خطرے اور نقصان جو کفر کے خطرے اور ضرر سے کہیں زیادہ وشدید تر ہے، تردید کا شکار ہو، اس لئے کے نفاق ایک قسم کا کفر ہی ہے، جو حجاب کے اندر رہے جب تک حجاب کی چلمن اٹھے اور اس کا مکروہ وزشت چہرہ عیاں ہو، تب تک نہ جانے کتنے لوگ دھوکے وفریب کے شکار اور گمراہ ہو چکے ہوں گے، کیوں مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ کی پیش قدمی کی حالت، رسولؐ اسلام سے فرق رکھتی ہے، ہم شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کا طریقۂ کار، رسولؐ اسلام سے جدا نہیں ہے، کیوں پیامبر اسلامؐ کی پیش قدمی اتنی سریع ہے کہ ایک کے بعد ایک دشمن شکست سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں، لیکن جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام دشمنوں کے مد مقابل آتے ہیں، تو بہت ہی فشار و مشکلات میں گرفتار ہو جاتے ہیں، ان کو رسولؐ اسلام جیسی پیش رفت حاصل نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر آپ کو دشمنوں سے شکست کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا کیوں ہے؟!

صرف اس لئے کہ پیامبر عظیمؐ الشان کا مقابلہ کافروں سے تھا اور امیر المومنینؑ کا مقابلہ منافقین گروہ سے تھا (۱(

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ سے استفادہ ہوتا ہے کہ کبھی چہرۂ نفاق اس قدر غازۂ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے کہ پیامبر اسلامؐ کے لئے بھی عادی علم کے ذریعہ اس کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے، اللہ ہے جو وحی کے وسیلہ سے اس جماعت کا تعارف کراتا ہے۔

)وممّن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذّبھم مرّتین ثم یردّون الی عذاب عظیم) (۱(

اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دہرا عذاب کریں گے اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دئے جائیں گے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، اسلامی معاشرہ میں نفاق کے آفات وخطرات کا اظہار کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

))ولقد قال لی رسول اللہ انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکا امّا المؤمن فیمنعہ اللہ بایمانہ وامّا المشرک فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان ،عالم اللسان یقول ماتعرفون ویفعل ماتنکرون)) (۲(

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیؐ نے مجھ سے فرمایا ہے: میں اپنی امت کے سلسلہ میں نہ کسی مومن سے خوف زدہ ہوں اور نہ مشرک سے، مومن کو اللہ اسکے ایمان کی بنا پر برائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک بنا پر مغلوب کر دے گا، سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم اور دل کے

منافق ہیں کہتے وہی ہیں، جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو۔

اسی نفاق کے خدوخال کی پیچیدگی کی بناپر حضرت علیؑ کی زمام داری کی پانچ سال کی مدت میں دشمنوں سے جنگ کی مشکلات کہیں زیادہ پیامبرؐ اسلام کی مشکلات وزحمات سے تھیں۔

پیامبر عظیمؐ الشان ان افراد سے بر سر پیکار تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد لیکن امیر المومنین حضرت علیؑ ان افراد سے مشغول مبارزہ و جنگ تھے جن کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ کی بناپر نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت علیؑ ان افراد سے جنگ وجدال کررہے تھے جن کی رات گئے تلاوت قرآن کی صداء دلسوز حضرت کمیلؓ جیسی فرد پر بھی اثر انداز ہو گئی تھی(۱(

آپ کا مقابلہ ایسے صاحبان اجتہاد سے تھا جو قرآن سے استنباط کرتے ہوئے آپ سے لڑ رہے تھے(۲ (

وہ افراد جو راہ خدا میں معرکہ وجہاد کے اعتبار سے درخشاں ماضی رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض کو تمغہ جانبازی وفداکاری بھی حاصل تھا، لیکن دنیاپرستی نے ان صاحبان صفات وکردار کو حق کے مقابل لاکھڑا کیا۔

پیامبر اکرمؐ نے زبیر کو(سابقہ، فداکاری و معرکہ آرائی دیکھتے ہوئے) سیف الاسلام کے لقب سے نوازا تھا اور طلحہ جنگ احد کے جانباز و دلیر تھے، ایسے رو نما ہونے والے حالات وحادثات کا مقابلہ کرنا علوی بصیرت ہی کا کام ہے۔

قابل توجہ یہ ہے کہ مولائے کائنات نے نہج البلاغہ میں ایسے افراد سے جنگ کرنے کی بصیرت وبینائی پر افتخار کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے علاوہ کسی بھی فرد کے اندر یہ صلاحیت نہ تھی جوان سے مقابلہ ومبارزہ کرتا۔

))ایھاالناس انی فقات عین الفتنۃ ولم یکن لیجتری علیھااحد غیری))(۱ (

لوگو! یادرکھو میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑدیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کے اپنے آشکار و مخفی دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے پوری قوت سے مستعد رہو اور طاقت حاصل کرو تاکہ تمہاری قدرت واقتدار ان کی خلاف ورزی روکنے کا ذریعہ ہو جائے۔

)واعدّوالھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدّواللہ وعدوکم آخرین من دونھم لاتعلمو نھم اللہ یعلمھم)(۱(

اور تم سب ان کے مقابلہ کیلئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے ہو اور اللہ جانتا ہے(منافقین) سب کو خوفزدہ کردو۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں طاقت وقدرت کا حصول تجاوز و قانون کی خلاف ورزی روکنے کا وسیلہ ہے نہ تجاوز گری کا ذریعہ۔

منافقین ان افراد میں سے ہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام و سرزمین پر تعرض وتجاوز کا خیال رکھتے ہیں لہذانظامی وانتظامی اعتبار سے آمادگی اور معاشرہ کا صاحب بصارت ودانائی ہونا سبب ہوگا کہ وہ اپنے خیال خام سے باز رہیں، اس نکتہ کا بیان بھی ضروری ہے کہ قوت وقدرت کا حصول(آمادگی) صرف جنگ ومعرکہ آرائی پر منحصر نہ ہوا گرچہ جنگ ورزم میں مستعد ہونا، اس کے ایک روشن وواضح مصادیق میں سے ہے، لیکن دشمن کی خصوصیت، اس کے حملہ آور وسائل کی شناخت و پہچان کے لئے بصیرت کا وجود، حصول قدرت واقتدار کے ارکان میں سے ایک ہے۔

جب کہ منافقین کا شمار خطرناک ترین دشمنوں میں ہوتا ہے لہذا، نفاق اور اس کی خصوصیت وصفات کی شناخت ان چند ضرورتوں میں سے ایک ہے جسے

عالم اسلام ہمیشہ قابل توجہ قرار دے۔

اس لئے کہ ممکن ہے ہزار چہرے والے دشمن (منافق) سے غفلت ورزی، شاید اسلامی نظام و مسلمانوں کے لئے ایسی کاری ضرب ثابت ہو جو التیام وبہبود کے قابل ہی نہ ہو۔

نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق کے لغوی واصطلاحی معانی

لفظ نفاق کا ریشہ اور اسکے اصل

لفظ نفاق کے معنی، کفر کو پوشیدہ، اور ایمان کا ظاہر کرنا ہے، نفاق کا استعمال اس معنی میں پہلی مرتبہ قرآن میں ہوا ہے، عرب نے اسلام سے قبل اس معنی کا استعمال نہیں کیا تھا، ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:

))وہو اسم لم یعرفہ العرب بالمعنی المخصوص وہو الذی یستر کفرہ ویظہر ایمانہ))(۱(

لفظ نفاق کا اس خاص معنی میں استعمال لغت کے اعتبار سے چار احتمال ہو سکتا ہے:

پہلا احتمال: یہ ہے کہ نفاق بمعنی اذہاب واہلاک کے ہیں، جیسے (نفقت الدّابۃ) کہ حیوان کے برباد وہلاک ہو جانے کے معنی میں ہے۔

نفاق کا اس معانی سے تناسب یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق کی بناپر اس میت کے مثل ہے جو برباد وتباہ ہو جاتی ہے۔

دوسرا احتمال: نفاق ذیل عبارت سے اخذ کیا گیا ہے:

))نفقت السلعۃ اذا راجت و کثرت طلابہا((

وہ سامان جو بہت زیادہ رائج ہو اور اس کے طلب گار بھی زیادہ ہوں تو یہاں پر لفظ'' نفق ''کا استعمال ہوتا ہے، اس بناپر اہل لغت کا اصطلاحی مفہوم سے مرتبط ہوتے ہوئے، نفاق یہ ہے کے منافق ظاہر میں اسلام کو رواج دیتا ہے، کیوں کہ اسلام کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرا احتمال: نفاق، زمین دوز راستہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

))النفق سرب فی الارض لہ مخلص الی المکان ((

اس اصل کے مطابق منافق ان افراد کے مثل ہے جو خطرات کی بناپر زمین دوز راستہ (سرنگ) میں مخفی ہو جائے، یعنی منافق بھی اسلام کے لباس کو زیب تن کر کے خود کو محفوظ کر لیتا ہے اگر چہ مسلمان نہیں ہوتا ہے۔

چوتھا احتمال: نفاق کا ریشہ ''نافقاء'' ہے، صحرائی چوہے اپنے گھر کے لئے دو راستہ بناتے ہیں ایک ظاہر و آشکار راستہ، اس کا نام ''قاصعاء'' ہے، دوسرا مخفی و پوشیدہ راستہ، اس کا نام'' نافقاء'' ہے، جب صحرائی چوہا خطرہ کا احساس کرتا ہے تو، قاصعاء سے داخل ہو کر نافقاء سے فرار کرتا ہے۔

اس احتمال کی بناپر، منافق ہمیشہ خروج کے لئے دوراستہ اپناتا ہے،ایمان پر کبھی بھی ثابت قدم نہیں رہتا اگرچہ اس کا حقیقی راستہ کفر ہے لیکن اسلام کا ظاہر کرکے اپنے کو خطرے سے بچالیتا ہے۔

ابتداد واحتمال یعنی، نفاق بمعنی ہلاک ہونے اور ترویج پانے کے سلسلہ علماء لغت کی طرف سے کوئی تائید نہیں ملتی ہے، لہٰذاان معانی سے اعراض کرنا چاہئے، لیکن تیسرے اور چوتھے احتمال میں سے کون سا احتمال اساسی وبنیادی ہے اس کے لئے مزید بحث ومباحثہ کی ضرورت ہے۔

تمام مجموعی احتمالات سے ایک نکتہ ضرور سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ نفاق کے معانی میں دو عنصر قطعاً موجود ہے، ا: عنصر دورخی، ۲: عنصر پوشیدہ کاری اس بناپر نفاق کے معانی میں دورخی وپوشیدہ کاری کا بھی اضافہ کردینا چاہئے، منافق وہ ہے جو دوروئی کا حامل ہوتا ہے، اور اپنی اس صفت کو پوشیدہ بھی رکھتا ہے۔

قرآن واحادیث میں نفاق کے معانی

روایات وقرآن میں نفاق دو معانی اور دو عنوان سے استعمال ہوا ہے:

ا۔اعتقادی نفاق: قرآن وحدیث میں نفاق کا پہلا عنوان اسلام کا ظاہر کرنا، اور باطن میں کافر ہونا، اس نفاق کو اعتقادی نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن میں جس مقام پر بھی نفاق کا لفظ استعمال ہوا ہے یہی معنی منظور نظر ہے، یعنی کسی فرد کا ظاہر میں اسلام کا دم بھرنا، لیکن باطن میں کفر کا شیدائی ہونا۔ سورہ منافق کی پہلی آیت اسی معنی کو بیان کررہی ہے۔

)اذاجاءک المنافقون قالوانشہدانک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہدان المنافقون لکاذبون(

پیغمبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کے آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کے یہ منافقین اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔

سورہ نساء میں منافقین کی باطنی وضعیت اس طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

)ودّولوتکفرون کماکفروافتکونون سواء)(ا(

یہ منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔

اس بنیاد پر امکان ہے کے مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو اسلام کا اظہار کرتے ہوں اور باطن میں دین اور اس کی حقانیت پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔ لیکن ان کے اس فعل کا محرک کیا ہے؟ اس کا ذکر تاریخ نفاق کی فصل میں بیان ہوگا، اس نوعیت کے افراد کا فعل نفاق ہے اور ان کو منافق کہا جاتا ہے۔

یقیناً بعض افراد کا اسلام، جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اسی زمرہ میں آتا ہے، مثال کے طور پر ابوسفیان کا اسلام، پیامبر عظیم الشانؐ کے بعد کے واقعات، خصوصاً عثمان کے دورہ خلافت میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ، ان کا اسلام چال بازی اور مکاری سے لبریز تھا، آہستہ آہستہ خلافتی ڈھانچے میں اثرورسوخ بڑھاتے ہوئے اسلام کے پردے میں کفر ہی کی پیروی کرتے تھے، یہاں تک کے عثمان کے عصر خلافت میں ابوسفیان، سیدالشھدا حضرت حمزہؑ کی قبر کے پاس آکر کہتا ہے، اے حمزہ! کل جس اسلام کیلئے تم جنگ کررہے تھے، آج وہ اسلام گیند کے مثل میری اولاد میں دست بدست ہورہا ہے(ا(

ابوسفیان، خلافت عثمان کے ابتدائی ایام میں خاندان بنی امیہ کے اجتماع میں اپنے نفاق کا اظہار یوں کرتا ہے، خاندان تمیم وعدی(ابو بکر وعمر کے بعد)خلافت تم کو نصیب ہوئی اس سے گیند کی طرح کھیلتے رہو اور اس گیند (خلافت) کے لئے قدم، بنی امیہ سے انتخاب کرو، یہ خلافت صرف سلطنت

وبشر کی سرداری ہے اور جان لو کہ میں ہر گز جنت و جہنم پر ایمان نہیں رکھتا ہوں (۲(

جس وقت ابو بکر نے امور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا ابو سفیان چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ پیدا ہو جائے اور اسی غرض کے تحت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے حمایت و مساعدت کی پیشکش کرتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کو اچھے طریقہ سے پہچانتے تھے پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: تم اور حق کے طرفدار؟! تم تو روزِ اوّل ہی سے اسلام و مسلمان کے دشمن تھے آپ نے اس کی منافقانہ بیعت کے دراز شدہ دست کو رد کرتے ہوئے چہرہ کو موڑ لیا (۱(

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو سفیان ان افراد میں سے تھا جن کے جسم و روح، اسلام سے بیگانے تھے اور صرف اسلام کا اظہار کرتا تھا۔

۲۔ اخلاقی نفاق: نفاق کا دوسرا عنوان اور معنی جو بعض روایات میں استعمال ہوا ہے اخلاقی نفاق ہے، یعنی دینداری کا نعرہ بلند کرنا، لیکن دین کے قانون پر عمل نہ کرنا، اس کو اخلاقی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے (۲(

البتہ اخلاقی نفاق کبھی فردی اور کبھی اجتماعی پہلوؤں میں رونما ہوتا ہے، وہ فرد جو اسلام کے فردی احکام و قوانین اور اس کی حیثیت کو پامال کر رہا ہو وہ فردی اخلاقی نفاق میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو معاشرے کے حقوق و اجتماعی احکام کو جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے نہ بجالاتا ہو تو، وہ نفاق اخلاق اجتماعی سے دوچار ہے۔

فردی، نفاق اخلاق کی چند قسمیں، ائمہ حضرات کی احادیث کے ذریعہ پیش کی جا رہی ہیں، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

))اظہر الناس نفاقاً من امر بالطاعۃ ولم یعمل بہا و نھی عن المعصیۃ ولم ینتہ عنھا))(۱(

کسی فرد کا سب سے واضح و نمایاں نفاق یہ ہے کہ اطاعت (خداوند متعال) کا حکم دے لیکن خود مطیع و فرمانبردار نہ ہو، گناہ و عصیان کو منع کرتا ہے لیکن خود کو اس سے باز نہیں رکھتا۔

حضرت امام صادقؑ مرسل اعظمؐ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

))ما زاد خشوع الجسد علی ما فی القلب فہو عندنا نفاق))(۲(

جب کبھی جسم (ظاہر) کا خشوع، خشوع قلب (باطن) سے زیادہ ہو تو ایسی حالت ہمارے نزدیک نفاق ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

))ان المنافق ینھی ولا ینتہی و یامر بما لا یاتی۔۔۔ یمسی و ہمہ العشاء ہو مفطر و یصبح و ہمہ النوم ولم یسہر))(۳(

یقیناً منافق وہ شخص ہے جو لوگوں کو منع کرتا ہے لیکن خود اس کام سے پرہیز نہیں کرتا ہے، اور ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس کو خود انجام نہیں دیتا، اور جب شب ہوتی ہے تو سواء شام کے کہانے کے اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ وہ روزہ سے بھی نہیں ہوتا، اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو سونے کی فکر میں رہتا ہے، حالانکہ شب بیداری بھی نہیں کرتا (یعنی ہدف و مقصد صرف خواب و خوراک ہے)۔

ذکر شدہ روایات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جو ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں ان کی روشنی میں بے عمل عالم اور ریاکار شخص کا شمار انہیں لوگوں میں سے ہے جو فردی اخلاقی نفاق سے دوچار ہوتے ہیں۔

نفاق اخلاقی اجتماعی کے سلسلہ میں معصومینؑ سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں، چند عدد پیش کی جا رہی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

))ان المنافق۔۔۔ان حدثک کذبک وان ائتمنہ خانک وان غبت اغتابک وان وعدک اخلفک))(۱ (

منافق جب تم سے گفتگو کرے تو جھوٹ بولتا ہے، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے، اگر اس کی نظروں سے اوجھل رہو تو غیبت کرتا ہے، اگر تم سے وعدہ کرے تو وفا نہیں کرتا ہے۔

پیامبر عظیم الشان نفاقِ اخلاقی کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

))اربع من کن فیہ فھو منافق وان کانت فیہ واحدۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق من اذا حدّث کذب واذا وعد اخلف واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر))(۱(

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائیں جائیں تو وہ منافق ہے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اگر عہد و پیمان کرے تو اس پر عمل نہ کرے، جب پیروز و کامیاب ہو جائے تو برے اعمال کے ارتکاب سے پرہیز نہ کرے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

))کثرۃ الوفاق نفاق))(۲(

کسی شخص کا زیادہ ہی وفاقی اور سازگاری مزاج و طبیعت کا ہونا یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ صاحب ایمان ہمیشہ حق کا طرف دار ہوتا ہے اور حق کا مزاج رکھنے والا کبھی بھی سب سے خاص کر ان لوگوں سے جو باطل پرست ہیں سازگار و ہمراہ نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے، صاحب ایمان ابن الوقت نہیں ہوتا۔

نفاق اجتماعی کا آشکار ترین نمونہ اجتماعی زندگی و معاشرے میں دوروئی اور دوزبان کا ہونا ہے، یعنی انسان کا کسی کے حضور میں تعریف و تمجید کرنا لیکن پس پشت مذمت و برائی کرنا۔

صاف و شفاف گفتگو، حق و صداقت کی پرستاری، صاحب ایمان کے صفات میں سے ہیں، صرف چند ایسے خاص مواقع میں جہاں اہم حکمت اس بات کا اقتضا کرتی ہے جیسے جنگ اور اس کے اسرار کی حفاظت، افراد اور جماعت میں صلح و مصالحت کی خاطر صدق گوئی سے اعراض کیا جاسکتا ہے(۱(

پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفےٰ اس نوعیت کے نفاق کے انجام و نتیجہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

))من کان لہ وجھان فی الدنیا کان لہ لسانان من نار یوم القیامۃ))(۲(

جو شخص بھی دنیا میں دو چہرے والا ہوگا، آخرت میں اسے دو آتشی زبان دی جائے گی۔

امام حضرت محمد باقرؑ بھی اخلاقی نفاق کے خد و خال کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

))بئس العبد یکون ذاوجھین وذالسانین یطری اخاہ شاہداً ویاکلہ غائباً ان اعطی حسدہ وان ابتلی خذلہ))(۱ (

بہت بدبخت و بدسرشت ہے، وہ بندہ جو دو چہرے اور دو زبان والا ہے، اپنے دینی بھائی کے سامنے تو تعریف و تمجید کرتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کو ناسزا کہتا ہے، اگر اللہ اس کے دینی بھائی کو کچھ عطا کرتا ہے تو حسد کرتا ہے، اگر کسی مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی اہانت کرتا ہے۔

نفاق کی اجمالی شناخت

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ

مشہور نظریہ

مشہور و معروف نظریہ، نفاق کے وجود و آغاز کے سلسلہ میں یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، اس فکر و نظر کی دلیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمین بہت کم تعداد اور فشار میں تھے، لہذا کم تعداد افراد سے مقابلے کے لئے، کفار کی طرف سے منافقانہ و مخفیانہ حرکت کی کوئی ضرورت نہیں تھی، مکہ کے کفار و مشرکین علی الاعلان آزار و اذیت، شکنجہ دیا کرتے تھے۔

عظیم الشانپیامبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کی بناپر اسلام نے ایک نئی کروٹ لی، روز بروز اسلام کے اقتدار و طاقت، شان و شوکت میں اضافہ ہونے لگا، لہذا اس موقع پر بعض اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی نقاب اوڑھ کر دینداری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کو تباہ و نابود کرنے کی کوشش شروع کردی، اسلام کا اظہار اس لئے کرتے تھے تاکہ اسلام کی حکومت و طاقت سے محفوظ رہ سکیں، لیکن باطن میں اسلام کے جگر خوار و جانی دشمن تھے، یہ نفاق کا نقطہ آغاز تھا، خاص کر ان افراد کے لئے جن کی عملداری اور سرداری کو شدید جھٹکا لگا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی پیامبر اکرم اور ان کے مشن سے عناد و کینہ رکھنے لگے تھے۔

عبداللہ ابن ابیّ انہی منافقین میں سے ایک تھا، رسولؐ اسلام کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اوس و خزرج مدینہ کے دو طاقتور قبیلہ کی سرداری اسے نصیب ہونی تھی، لیکن بد نصیبی سے واقعۂ ہجرت پیش آنے کی بناپر سرداری کے یہ تمام پروگرام خاکستر ہو کر رہ گئے، بعد میں گرچہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا، لیکن رفتار و گفتار کے ذریعہ، اپنے بغض و کینہ، عناد و عداوت کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا، یہ مدینہ میں جماعت نفاق کا رئیس و افسر تھا، قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی منافقانہ اعمال و حرکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جب پیامبر اکرمؐ مدینہ وارد ہوئے، اس نے پیامبر عظیمؐ الشان سے کہا: ہم فریب میں پڑنے والے نہیں، ان کے پاس جاؤ جو تم کو یہاں لائے ہیں اور تم کو فریب دیا ہے، عبداللہ ابن ابیّ کی اس ناسزا گفتگو کے فوراً بعد ہی سعد بن عبادہ رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ غمگیں ورنجیدہ خاطر نہ ہوں، اوس و خزرج کا ارادہ تھا کہ اس کو اپنے اپنے قبیلہ کا سردار بنائیں گے، لیکن آپ کے آنے سے حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں، اس کی فرمان روائی سلب ہو چکی ہے، آپ ہمارے قبیلے خزرج میں تشریف لائیں، ہم صاحب قدرت اور باوقار افراد ہیں(۱(

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفاق کا مبدا ایک اجتماعی و معاشرتی پروگرام کے تحت مدینہ ہے، نفاقِ اجتماعی کے پروگرام کی شکل گیری کا اصل عامل حق کی حاکمیت و حکومت ہے، جو پہلی مرتبہ مدینہ میں تشکیل ہوئی، پیامبر عظیمؐ الشان کا مدینہ میں وارد ہونا و اسلام کا روز بروز قوی و مستحکم ہونا باعث ہوا کہ منافقین کی مرموز حرکات وجود میں آئیں، البتہ منافقین کی یہ خیانت کارانہ حرکتیں پیامبر اکرمؐ کی جنگوں میں زیادہ قابل لمس ہیں۔

قرآن مجید میں بطور صریح جنگ بدر، احد، بنی نظیر، خندق و تبوک نیز مسجد ضرار کے سلسلہ میں منافقین کی سازشیں بیان کی گئی ہیں۔

مدینہ میں جماعت نفاق کے منظم و مرتب پروگرام کے نمونے، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں پیامبر اکرمؐ کے لئے مشکلات کھڑی کرنا، مسجد ضرار کی تعمیر کے لئے، چال بازی و شعبدہ بازی کا استعمال کرنا۔

پیامبرؐ اسلام کا غزوۂ تبوک کے لئے اعلان کرنا تھا کہ منافقین کی حرکات میں شدت آگئی، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں منافقانہ حرکتیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں، مدینہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کیلو میٹر تھا، موسم بھی گرم تھا، محصول زراعت و باغات کے ایام تھے، اس جنگ میں مسلمانوں کی مدّ مقابل روم کی سوپر پاور حکومت تھی، یہ تمام حالات منافقین کے فیور (موافق) میں تھے، تا کہ زیادہ سے زیادہ افراد کو جنگ پر جانے سے روک سکیں، اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔

منافقین کے ایک اجتماع میں جو سویلم یہودی کے یہاں برپا ہوا تھا، جس میں منافق جماعت کے بلند پایہ ارکان موجود تھے، طے یہ ہوا کہ مسلمانوں کو روم کی طاقت و قوت کا خوف دلایا جائے، ان کے دلوں میں روم کی نا قابل تسخیر فوجی طاقت کا رعب بٹھایا جائے۔

اس جلسہ اور اہداف کی خبر پیامبرؐ اسلام کو پہنچی، آپ نے اسلام کے خلاف اس سازشی مرکز کو ختم نیز دوسروں کی عبرت لئے حکم دیا، سویلم کے گھر کو جلادیا جائے آپ نے اس طریقہ سے ایک سازشی جلسہ نیز ان کے ارکان کو متفرق کر کے رکھ دیا(۱)

مسجد ضرار کی تعمیر کے سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ منافقین میں سے کچھ افراد رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک مسجد قبیلۂ بنی سالم کے درمیان مسجد قبا کے نزدیک بنانے کی اجازت چاہی، تا کہ بوڑھے، بیمار اور وہ جو مسجد قبا جانے سے معذور ہیں خصوصاً بارانی راتوں میں، وہ اس مسجد میں اسلامی فریضہ اور عبادت الٰہی کو انجام دے سکیں، ان لوگوں نے تعمیر مسجد کی اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اسلامؐ سے افتتاحِ مسجد کی درخواست بھی کی ، آپ نے فرمایا: میں ابھی عازم تبوک ہوں واپسی پر انشاءاللہ اس کام کو انجام دوں گا، تبوک سے واپسی پر ابھی آپ مدینہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، اس موقع پر وحی کا نزول ہوا(۱) جس نے ان کے افعال و اسرار کی پول کھول کرر کھدی، پیامبر اکرمؐ نے مسجد میں نماز پڑنے کے بجائے تخریب کا حکم دیا تخریب شدہ مکان کو شہر کے کوڑے اور گندگی ڈالنے کی جگہ قرار دیا۔

اگر اس جماعت کے فعل کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کریں تو پیامبرؐ کے ایسے حکم سے حیرت ہوتی ہے لیکن جب اس قضیہ کے باطنی مسئلہ کی تحقیق و جستجو کریں تو حقیقت سامنے آتی ہے، یہ مسجد جو خراب ہونے کے بعد مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی، ابو عامر کے حکم سے بنائی گئی تھے، یہ مسجد نہیں بلکہ جاسوسی اور سازشی مرکز تھا، اسلام کے خلاف جاسوسی و تبلیغ اور مسلمانوں کے درمیان ایجاد تفرقہ ایجاد کرنا اس کے اہداف و مقاصد تھے۔

ابو عامر مسیحی عالم تھا زمانۂ جاہلیت میں عبّاد و زہّاد میں شمار ہوتا تھا اور قبیلۂ خزرج میں وسیع عمل و دخل رکھتا تھا، جب مرسل اعظم نے مدینہ ہجرت فرمائی مسلمان آپ کے گرد جمع ہوگئے خصوصاً جنگ بدر میں مسلمانوں کی مشرکوں پر کامیابی کے بعد اسلام ترقی کرتا چلا گیا، ابو عامر جو پہلے ظہور پیامبرؐ کا مژدہ سنا تا تھا جب اس نے اپنے اطراف و جوانب کو خالی ہوتے دیکھا اسلام کے خلاف اقدام کرنا شروع کر دیا، مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور دیگر قبائل عرب سے ، پیامبر اسلامؐ کے خلاف مدد حاصل کرنی چاہی، جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف پروگرام مرتب کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا، دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان میں خندق کے بنائے جانے کا حکم اسی کی طرف سے تھا، جسمیں پیامبر اکرمؐ گر پڑے آپ کی پیشانی مجروح ہوگئی دندان مبارک ٹوٹ گئے، جنگ احد کے تمام ہونے کے بعد، باوجود اس کے کہ مسلمان اس جنگ میں کافی مشکلات و زحمات سے دوچار تھے، اسلام مزید ارتقا کی منزلیں طے کرنے لگا صداء اسلام پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی ابو عامر، یہ کامیابی و کامرانی دیکھ کر مدینہ سے بادشاہ روم ہرقل کے پاس گیا تا کہ اس کی مدد سے اسلام کی پیش رفت کو روک سکے، لیکن موت نے فرصت نہ دی کہ اپنی آرزو و خواہش کو عملی جامہ پہنا سکے، لیکن بعض کتب کے حوالہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ پادشاہ روم سے ملا اور اس نے حوصلہ افزا وعدے بھی کئے۔

اس نکتہ کو بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس کی تخریبی حرکتیں اور عناد پسند طبیعت کی بنا پر پیامبرؐ اسلام نے اسے فاسد کالقب دے رکھا تھا، بہر حال اس کے قبل کہ وہ واصل جہنم ہوا، یک خط مدینہ کے منافقین کے نام تحریر کیا جسمیں لشکر روم کی آمد اور ایک ایسے مکان ومقام کی تعمیر کا حکم تھا جو اسلام کے خلاف سازشی مرکز ہو، لیکن چونکہ ایسا مرکز منافقین کے بنانا چنداں آسان نہیں تھا لہذا انھوں نے مصلحتاً معذوروں، بیماروں، بوڑھوں کی آڑ میں مسجد کیبنیاڈال کر ابو عامر کے حکم کی تعمیل کی، مرکز نفاق مسجد کی شکل میں بنایا گیا، مسجد کا امام جماعت ایک نیک سیرت جوان بنام مجمع بن حارثہ کو معین کیا گیا، تاکہ مسجد قبا کے نماز گذاروں کی توجہ اس مسجد کی طرف مبذول کی جاسکے، اور وہ اسمیں کسی حد تک کامیاب بھی رہے، لیکن اس مسجد کے سلسلہ میں آیات قرآن کے نزول کے بعد پیامبر اکرمؐ نے اس مرکز نفاق کو خراب کرنے کا حکم دے دیا(۱)، تاریخ کا یہ نمونہ جسے قرآن بھی ذکر کر رہا ہے منافقین کی مدینہ میں منظم کارکردگی کا واضح ثبوت ہے۔

مشہور نظریہ کی تحقیق

مشہور نظریہ کے مطابق نفاق کا آغاز مدینہ ہے، اور نفاق کا وجود، حکومت وقدرت سے خوف وہراس کی بنا پر ہوتا ہے، اس لئے کہ مکہ کے مسلمانوں میں قدرت وطاقت والے تھے ہی نہیں، لہذا وہاں نفاق کا وجود میں آنا بے معنی تھا، صرف مدینہ میں مسلمان صاحب قدرت وحکومت تھے لہذا نفاق کا مبداء مدینہ ہے۔

لیکن نفاق کی بنیاد صرف حکومت سے خوف ووحشت کی بنا پر ہو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اسلام میں منصب وقدرت کے حصول کی طمع بھی نفاق کے وجود میں آنے کا عامل ہو سکتی ہے، لہذا، نفاق کی دو قسم ہونی چاہئے:

۱۔ نفاقِ خوف: ان افراد کا نفاق جو اسلام کی قدرت واقتدار سے خوف زدہ ہو کر اظہار اسلام کرتے ہوئے اسلام کے خلاف کام کیا کرتے تھے۔

۲۔ نفاقِ طمع: ان افراد کا نفاق جو اس لالچ میں اسلام کا دم بھرتے تھے کہ اگر ایک روز اسلام صاحب قدرت وسطوت ہوا، تو اس کی زعامت ومناصب پر قابض ہو جائیں یا اس کے حصّہ دار بن جائیں۔

نفاق بر بناء خوف کا سرچشمہ مدینہ ہے، اس لئے کہ اہل اسلام نے قدرت واقتدار کی باگ ڈور مدینہ میں حاصل کیا۔

لیکن نفاق بر بناء طمع وحرص کا مبدا وعنصر مکہ ہونا چاہئے، عقل وفکر کی بنا بر بعید نہیں ہے کہ بعض افراد روز بروز اسلام کی ترقی، اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ کے باوجود اسلام کی کامیابی، مکرر مرسل اعظمؐ کی طرف سے اسلام کے عالمی ہونے والی خوش خبری وغیرہ کو دیکھتے ہوئے دور اندیش ہوں، کہ آج کا ضعیف اسلام کل قوت وطاقت میں تبدیل ہو جائے گا، اسی دور اندیشی وطمع کی بنا پر اسلام لائے ہوں، تاکہ آئندہ اپنے اسلام کے ذریعہ اسلام کے منصب وقدرت کے حق دار بن جائیں۔

اس مطلب کا ذکر ضروری ہے کہمنافق طمع کے افعال وکارکردگی منافق خوف کی فعالیت وکارکردگی سے کافی جدا ہے، منافقخوف کی خصوصیت خراب کاری، کارشکنی، بیخ کنی، اذیت وتکلیف سے دوچار کرنا ہے، جب کہمنافق طمع ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ ایک تحریک کی کامیابی کے سلسلہ میں کوشش کرتے ہیں ،تاکہ وہ تحریک ایک شکل وصورت میں تبدیل ہو جائے، اور یہ قدرت کی نبض اور دھڑکن کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، منافق طمع صرف وہاں تخریبی حرکات کو انجام دیتے ہیں جہاں ان کے بنیادی منافع خطرے میں پڑ جائیں۔

اگر ہم نفاق طمع کے وجود کو مکہ قبول کریں، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ نفاقکا وجود اور اس کے آغاز کو مدینہ تسلیم کیا جائے۔

جیسا کہ مفسر قرآن علامہ طباطبائیؒ اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں(۱)، آپ ایک سوال کے ذریعہ مذکورہ مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں، باوجودیکہ اس قدر منافقین کے سلسلہ میں آیات، قرآن میں موجود ہیں، کیوں پیامبر اکرمؐ کی وفات کے بعد منافقین کا چرچا نہیں ہوتا، منافقین کے بارے میں کوئی گفتگو اور مذاکرات نہیں ہوتے، کیا وہ صفحہ ہستی سے محو ہو گئے تھے؟ کیا پیامبر اسلامؐ کی وفات کی بنا پر منتشر اور پراکندہ ہو گئے تھے؟ یا اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی؟ یا اس کی وجہ یہ تھی کے پیامبر اسلامؐ کی وفات کے بعد صاحبان نفاق طمع، صاحبان نفاق خوف کا تال میل ہو گیا تھا، اپنی خواہشات و حکمت عملی کو جامۂ عمل پہنا چکے تھے، اسلام کی حکومت و ثروت پر قبضہ کر چکے تھے اور بہ بانگ دہل یہ شعر پڑھ رہے تھے:

))لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل ((

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ نفاق اجتماعی ایک منظم تحریک کے عنوان سے مدینہ میں ظہور پذیر ہوا، لیکن نفاق فردی جو بر بناء طمع و حرص عالم وجود میں آیا ہو اس کو انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا، وہ افراد جو پیامبر اسلامؐ کے دستور و حکم سے سرپیچی کرتے تھے ،ان میں بعض وہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہوئے تھے، یہ وہی منافق تھے جو طمع و حرص کی بنا پر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

مرض نفاق اور اس کے آثار

نفاق، قلب اور دل کی بیماری ہے، قرآن کی آیات اس باریکی کی طرف توجہ دلاتی ہیں، پاکیزہ قلب خدا کا عرش اور اللہ کا حرم ہے(۱)، اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا گذر نہیں ہے، لیکن مریض و عیب دار دل، غیر خدا کی جگہ ہے ہوا و ہوس سے پر دل شیطان کا عرش ہے، قرآن مجید صریح الفاظ میں منافقین کو عیب دار اور مریضِ دل سمجھتا ہے:

)فی قلوبہم مرض)(۲(

نفاق جیسی پُر خطر بیماری میں مبتلا افراد، بزرگترین نقصان و ضرر سے دوچار ہوتے ہیں، اس لئے کہ آخرت میں نجات صرف قلب سلیم (پاکیزہ) کے ذریعہ ہی میسر ہے، ہوا و ہوس سے پر، غیر خدا کا محب و غیر خدا سے وابستہ دل نجات کا سبب نہیں۔

)یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم)(۱(

اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے، مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

قرآن مجید اس مرض و بیماری کی شناخت و واقفیت کے سلسلہ میں کچھ مفید نکات کا ذکر کر رہا ہے، تمام مسلمانوں کو ان نکات کی طرف توجہ دینی چاہئے تا کہ اپنے قلب و دل کی صحت و سلامتی و نیز مرض کو تشخیص دے سکیں، نیز ان نکات کے ذریعہ معاشرے کے غیر سلیم و نادرست قلوب کی شناسائی کرتے ہوئے ان کے مراکز فساد و فتنہ سے مبارزہ کر سکیں۔

ایک سرسری جائزہ لیتے ہوئے آیاتِ قرآنی جو منافقین کی شناخت میں نازل ہوئی ہیں ان کو چند نوع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

وہ آیات جو اسلامی معاشرے میں منافقین کی سیاسی و اجتماعی روش و طرز کو بیان کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی فردی خصوصیت نیز ان کی نفسیاتی شخصیت و عادت کو رونما کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی ثقافتی روش و طرز عمل کو اجاگر کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین سے مبارزہ و رفتار کے طور و طریقہ کو پیش کرتی ہیں۔

پہلی نوع کی آیات میں منافقین کی سیاسی و معاشرتی اسلوب، اور دوسری نوع کی آیات میں منافقین کی انفرادی و نفسیاتی بیماری کی علامات کا ذکر ہے

اور تیسری نوع کی آیات میں منافقین کی کفر ونفاق کے مرض کو وسعت دینے نیز اسلام کو تباہ وبرباد کرنے کے طریقے کو بیان کیا گیا ہے، چوتھی نوع کی آیات میں منافقین کی کارکردگی کو بے اثر بنانے کے طریقۂ کار کو پیش کیا گیا ہے، اگرچہ قرآن میں جو آیات منافقین کے سلسلہ میں آئی ہیں وہ ان کی اعتقادی نفاق کو بیان کرتی ہیں، مگر جو آیات منافقین کی خصوصیت وصفات کو بیان کرتی ہیں وہ ان کی منافقانہ رفتار وگفتار کو پیش کررہی ہیں خواہ اعتقادی ہو ںیا نہ ہوں منافقین کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں، منافقانہ رفتار وگفتار کی شناخت کے لئے معیار وپیمانہ قرار دئے گئے ہیں،اس کے مطابق جو فردیا جماعت بھی اس نوع وطرز کی رفتار وروش کی حامل ہو گی اس کا شمار منافقین میں ہو گا۔

فصل دوّم

منافقین کی سیاسی خصائص

۱۔اغیار پرستی

۲۔ولایت ستیزی

۳۔دیگر، سیاسی خصائص

منافقین کی سیاسی خصائص

اغیار پرستی

اغیار سے سیاسی روابط اور اس کے ضوابط واصول

قرآن مجید کے شدید منع کرنے کے باوجود منافقین کی سیاسی رفتار کی اہم خصوصیت، اغیار سے دوستی ورابطہ کا ہونا ہے، اس بحث میں وارد ہونے، اوران آیات قرآنی کی تحقیق کرنے سے قبل، جو منافقین کی اغیار پرستی ودوستی کو برملا کرتی ہیں ضروری ہے کہ ہم بطور اجمال اغیار سے سیاسی رابطہ ورفتار کے اصول جو اسلام نے پیش کی ہیں، بیان کردیں، تاکہ اغیار سے رابطہ اور ورفتار کے قوانین و نظریہ کی روشنی میں منافقین کے اعمال ورفتار کا تجزیہ کیا جاسکے۔

اصل اوّل: شناخت اغیار

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے نظام وحکومت اسلامی کے کارکنان کا اہم ترین وظیفہ دشمن کی شناخت و پہچان ہے، قرآن کی مکرر ودائمی نصیحت یہ ہے کہ اپنے دشمن کو پہچانو، ان کے مقاصد واہداف کو سمجھو، تاکہ ان سے صحیح مقابلہ کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے سد راہ بن جاؤ۔

قرآن کریم کی بہت زیادہ آیتیں اغیار کی صفات وخواہشات کو بیان کررہی ہیں، تاکہ صاحبان ایمان دشمن واغیار کی شناخت کے لئے ایک معیار وپیمانہ قائم کرسکیں، قرآن کریم اغیار کے سلسلہ میں جو صفتیں اور علامتیں بیان کررہا ہے، ایک خاص عصر وزمان سے مرتبط ومحدود نہیں ہے، بلکہ ہر زمان ومکان میں ان کی سیرت وکردار کو پرکھنے کی کسوٹی ہے، قرآن کی روشنی میں بطور اختصار اغیار کی سات خصوصیتیں ذکر کی جارہی ہیں۔

۱۔ رجعت وعقب نشینی کی آرزو رکھنا

اغیار کی خواہش مومنین کو رجعت یعنی اسلام سے قبل کی ثقافت و کلچر کی طرف پلٹانے کی ہوتی ہے، دشمنان اسلام کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ، مومنین شرک و کفر کے زمانہ کی طرف پلٹ جائیں، مومنین سے اسلامی تہذیب واقدار کو چھین لیں:

)ودّوالوتکفرون کماکفروافتکونون سواء)(ا(

منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤاور سب برابر ہو جائیں۔

)ولایزالون یقاتلونکم حتی یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا)(ا(

یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے

بس میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹادیں.

قرآن کی نظر میں کفار اور بعض اہل کتاب مومنین سے عداوت ودشمنی رکھتے ہوئے ان کو کفر وجاہلیت کی طرف پلٹاناچاہتے ہیں:

)یاایہاالذین آمنواان تطیعواالذین کفروایردّوکم علی اعقابکم فتنقلبواخاسرین)(٢(

اے ایمان والو! اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کروگے تو یہ تمہیں گزشتہ زمانہ کی طرف پلٹالے جائیں گے،اور سرانجام تم خود ہی خسارہ و نقصا اٹھانے والوں میں ہوگے.

)ودّکثیر من اہل الکتاب لویردّونکم من بعدایمانکم کفارحسدامن عندانفسہم من بعدماتبیّن لہم الحق)(٣(

بہت سے اہل کتاب حسد کی بناپر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان کے بعد کافر بنادیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح وآشکار ہو چکا ہے۔

٢۔اسلامی اصول واقدار سے انحراف کی تمنا کرنا

دشمن کی ایک اہم خواہش یہ ہوتی ہے کے اسلامی حکومت اور مومنین،اسلامی اصول واقدار سے روگرداں ومنحرف ہو جائیں، مومنین سے اسلامی اصول اوراس کے اقدار پر سودا کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں :

)ودّوالوتدھن فیدھنون)(ا(

یہ چاہتے ہیں کہ آپ تھوڑا نرم (حق کی راہ سے منحرف) ہو جائیں تاکہ وہ بھی

نرم ہو جائیں۔

اسلامی حکومت میں الٰہی سیاست گزار کو صرف اپنی شرعی ذمہ داری وفرائض کا خیال رکھنا ہوتا ہے،ان کے پروگرام میں سرفہرست الٰہی مقاصد اور اصولوں کی حفاظت مقصود ہوتی ہے،ان کے طریقۂ کار میں اصولی وبنیادی مسائل پر سوداگری اور سازباز کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ہے۔

لیکن دنیاوی اور مادہ پرست سیاست گزار کا ہدف ومقصد صرف حکومت واستعماریت ہوتا ہے ان کی سیاست کی بساط،اصول کی سوداگری وسازوباز پر ہوتی ہے وہی سیاست کہ جس کا معاویہ شیدائی تھالیکن مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالب شدت سے مخالف تھے،آپ اس کے طریقۂ کار کو شیطنت ومکرو فریب سمجھتے تھے۔

حضرت علیؑ ایسی پست سیاست وطرز عمل سے دور تھے،وہ لوگ جو معاویہ کی حرکات کو زیرکی ودانائی تصور کرتے تھے،امام علیؑ ان کے جواب میں فرماتے ہیں:

))واللہ مامعاویۃ بادھیٰ منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراہیۃ الغدر لکنت منّی ادھیٰ الناس))(ا(

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار وصاحب ہنر نہیں ہے، لیکن وہ مکر وفریب اور فسق وفجور کاارتکاب کرتاہے، اگر مجھے مکر وفریب ناپسند نہ ہوتا تو مجھ سے زیادہ ہوشیار کوئی نہیں تھا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی مختصر مدت حکومت وخلافت میں بعض قریبی اصحاب کی نصیحت ومشورہ کے باوجود ہرگز اسلامی اصول سے انحراف وسوداگری کو قطعاً قبول نہیں کرتے تھے، بعض صاحبان تفسیر ابن عباس سے نقل کرتے ہیں، یہودی مذہب کے بزرگان ایک نزاع کے سلسلہ میں رسولؐ اکرم کو اسلامی اصول سے منحرف کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت ہیں آئے، اور اپنی آرزؤں کو اس انداز سے پیش کیا، ہم یہودی قوم ومذہب کے اشراف و عالم ہیں اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، تو تمام یہودی ہم لوگ کی پیروی کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں گے، لیکن ہمارے ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ آپ اس نزاع میں ہمارے فائدے وحق میں فیصلہ دیں، لیکن مرسل اعظمؐ نے ان کی شرط اور ایمان لانے کی لالچ کو ٹھکرادیا، اسلام کے اصول و ارکان یعنی عدالت سے ہرگز منحرف نہیں ہوئے، ذیل کی آیت اسی واقعہ کی بناپر نازل ہوئی ہے:

)وان احکم بینہم بماانزل اللہ ولاتتبع اہواءہم واحذرہم ان یفتنوک عن بعض ماانزل اللہ الیک)(ا(

اور پیامبر آپ ان کے درمیان تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں، اور اس بات سے بچتے رہیں کہ یہ بعض احکام الٰہی سے جو تم پر نازل کیا جاچکا ہے منحرف کردیں۔

سورہ اسراء میں پیاؐمبر کو اصول سے منحرف کرنے کے لئے دشمنوں کے شدید وسوسہ کا ذکر کیا گیا ہے خدا کا ارشاد ہورہا ہے، اگر آپ کو عصمت اور وحی کی مساعدت نہ ہوتی، اگر آپ عام بشر کے مثل ہوتے تو ان کے دلدادہ ہوجاتے۔

)وان کادوالیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذاًلاتّخذوک خلیلاولولاان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئاًقلیلا)(۲(

اور یہ ظالم اس بات کے کوشاں تھے کہ آپ کو میری وحی سے ہٹاکر دوسری باتوں کی افترا پر آمادہ کردیں، اور اسی طرح یہ آپ کو اپنا دوست بنالیتے اور اگر ہماری توفیق خاص نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ (بشری طور سے) کچھ نہ کچھ ان کی طرف ضرور مائل ہوجاتے۔

۳۔ خیر خواہ نہ ہونا

قرآن کریم نے اغیار کی شناخت کے سلسلہ میں دوسری جو صفت بیان کی ہے ہے وہ اغیار کا مسلمانوں کے سلسلہ میں خیر خواہ نہ ہونا ہے، وہ اپنی بدخصلت اور پست فطرت خمیر کی بناپر ہمیشہ اسلام کے افکار ونظام کے خلاف سازش کرتے رہتے ہیں وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف عدم خیر خواہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صاحبان ایمان کی آسائش وآرام، امن وسکون، فتح وکامرانی کو ایک لمحے کے لئے تحمل بھی نہیں کرسکتے۔

)مایودّالذین کفرو من اہل الکتاب ولاالمشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم)(ا(

کافر اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور عام مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر پرورگار کی طرف سے کوئی خیر وبرکت نازل ہو.

وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف خیر وبرکت کے عدم نزول کی خواہش ہی نہیں رکھتے بلکہ مومنین کی سختی وپریشانی کو دیکھ کر خوشحال اور ایمان والوں کی خوشی کو دیکھ کر غمگیں ہوتے ہیں۔

)ان تمسسکم حسنۃ تسوٴہم وان تصبکم سیءۃ یفرحوابہا)(۲(

اگر تمہیں ذرا بھی خیر و نیکی ملے تو انہیں برا لگے گا اور اگر تمہیں تکلیف پہونچے تو وہ خوش ہوں گے۔

۴۔ بغض و کینہ کا رکھنا

اغیار کی ایک اور اہم خصوصیت بغض اور کینہ پرستی ہے ان کا تمام وجود اسلام کے خلاف عداوت و نفرت سے بھرا ہوا ہے، یہ صفت رذائل فقط دل کی چہار دیواری تک محدود نہیں بلکہ عملی طور سے ان کے افعال و کردار میں حسد و کینہ توزی کے آثار ہویدا ہیں، اپنی اس کیفیت کو پوشیدہ و مخفی رکھے بغیر اہل اسلام کے خلاف وسیع پیمانہ پر معرکہ و جنگ کی جد و جہد میں مصروف رہتے ہیں۔

)لا یألونکم خبالا ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر۔۔۔اذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضوا علیکم الأنامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم)(۱)

یہ تمہیں نقصان پہونچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے، یہ صرف تمہاری مشقت و زحمت رنج و مصیبت کے خواہش مند ہیں ان کی عداوت و نفرت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ تو بہت زیادہ ہے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو خشم و غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں، پیامبر آپ کہہ دیجئے کہ تم اسی غصہ میں مر جاؤ۔

۵۔ غفلت پذیری میں مبتلا کرنا

دشمن و اغیار کا اپنی کامیابی و موفقیت کے لئے مسلمانوں کو غفلت و بے خبری کے جال میں پھنسائے رکھنا ہے، وہ چاہتے یہ ہیں کہ ایسی فضا و حالات وجود میں لائے جائیں جس کی بناپر صاحبان ایمان اپنی قوت و طاقت کی صلاحیت و موقف سے غفلت ورزی کا شکار ہو جائیں تاکہ وہ ان پر قابض و کامران ہو سکیں، ان کی دائمی کوشش رہتی ہے کہ مسلمان کی نظر میں ان کی اقتصادی طاقت فوجی قدرت، ثمرۂ وحدت اور دین و دنیا کی شان و شوکت کو بے وقعت پیش کیا جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ غفلت و بے خبری کے دام میں الجھے رہیں جس کے نتیجہ میں اغیار کی فتح و ظفر کی زمین ہموار ہو سکے۔

)ودّ الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ)(۱(

کفار کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ساز و سامان اور اسلحہ سے غافل ہو جاؤ تو

یہ یکبارگی تم پر حملہ کر دیں۔

مذکورہ آیت میں اگرچہ اسلحہ و ساز و سامان کا ذکر ہے لیکن آیت کی دلالت صرف اقتصادی ساز و سامان و جنگی اسلحہ جات پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام وہ وسائل و عوامل جو مسلمانوں کے لئے عزت و شرف قوت و طاقت کا باعث ہو آیت کی غرض و غایت ہے، اس لئے کہ دشمن کا ہدف ان وسائل سے غفلت و لاپرواہی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ تسلط کے مواقع فراہم ہو سکیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ مالک اشترؒ کو خطاب کرتے ہوئے عہد نامہ میں فرماتے ہیں:

))الحذر کل الحذر من عدوک بعد صلحہ فان العدو ربما قارب لیتغفل فخذ بالحزم واتہم فی ذلک حسن الظن))(۱(

صلح کے بعد دشمن کی طرف سے قطعاً مکمل طور پر ہوشیار رہنا کہ کبھی کبھی وہ تمہیں غفلت میں ڈالنے کے لئے تم سے قربت اختیار کرنا چاہیں گے لہذا اس سلسلہ میں مکمل ہوشیار رہنا، اور کسی حسن ظن سے کام نہ لینا۔

۶۔ مومنین سے سخت و تند برتاؤ کرنا

قرآن کریم کی روشنی میں اغیار کی ایک دوسری صفت، مومنین کی ساتھ سخت طرز عمل وسلوک کاانجام دیناہے، یہ عہد وپیمان کی پابندی اور دوستی کااظہار کرتے ہوئے مومنین کو فریب دیناچاہتے ہیں، ان کے عہد وپیمان، قول وقرار پر اعتماد کرنا منطقی عمل نہیں، جب ناتواں اور کمزور ہو جاتے ہیں تو حقوق بشرا وراخلاق انسانی کی بات کرتے ہیں، لیکن جب قوی ومسلط ہو جاتے ہیں، تمام حقوقِ اور انسانی اخلاق کو پامال کرتے ہیں، عہد وپیمان، قول وقرار، حقوق واصول بشریت، عظمت انسانیت، سب ہتھکنڈے ہیں تاکہ اپنے منافعکو حاصل کر سکیں، منظور نظر منافع کے حصول کے بعد ان قوانین وعہد وپیمان کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے۔

)کیف وان یظھروا علیکم لایرقبوا فیکم الّاولاذمةیرضونکم بأفواہم وتأبیٰ قلوبھم واکثرہم فاسقون)(۱(

ان کے ساتھ کس طرح رعایت کی جائے، جب کہ یہ تم پر غالب آجائیں گے تو نہ کسی ہمسایگی وقربتداری کی رعایت کریں گے اور نہ ہی کسی عہد وپیمان کالحاظ کریں گے یہ توصرف زبانی تم کو خوش کررہے ہیں، ورنہ ان کادل قطعی منکرہے اور ان کی اکثریت فاسق وبدعہد ہے۔

۷۔خیانت کاری اور دشمنی کامستمر ہونا

اغیار کی ایک اور صفت، تجاوز گری وتخریب کاری ہے، جب تک ان کے اہداف پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے فتنہ گری وخراب کاری کا بازار گرم کئے رہتے ہیں۔

)لایزالون یقاتلونکم حتی یردّوکم عن دینکم)(۲(

اور یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو وہ تم کو تمہارے دین سے پلٹادیں۔

اسی بناپر دشمن کی عارضی، خاموشی وسکوت یادوستی ومحبت کااظہار، دشمنی کے پایان واتمام کی علامت نہیں، یہ صرف دشمن کی بدلتی ہوتی طرز وروش ہے، برابر کچھ وقفہ کے بعد کوئی نہ کوئی خیانت کاری کاآشکار ہونااس بات کی دلیل ہے کے جب تک اغیار ودشمنان اپنے اہداف ومقاصد کو عملی جامہ نہ پہنالیں تب تک وہ فتنہ گری ودشمنی سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

)ولاتزال تطلع علی خائنة منہم)(۱(

آپ ان کی طرف سے خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

اصل اوّل کاماحصل، اسلام کے پیش نظر اغیار سے سیاسی روابط واصول اور اغیار کی شناخت ہے جسمیں ان کی چند خصائص کو بیان کیا گیاہے کسی فرد یا گروہ میں ایک خصوصیت کا بھیپایاجاناقرآن کی روسے اس کاشمار اغیار میں ہے، لہذاان سے رابطہ کے سلسلہ میں اسلام کے اغیار سے رابطہ واصول کالحاظ کیا جانا چاہئے۔

اصل دوّم: دشمن کے مقابلہ مین ہوشیاری اور اقتدار کاحصول

اسلام کے فردی واجتماعی روابط میں حسن ظن کی رعایت اسلام کے اصلد ستورات میں سے ہے لیکن اغیار سے روابط کے سلسلہ میں اسلام کی تاکید سوء ظن پر ہے، ہر زمان ومکان میں ان سے بہترین اقتصادی، سیاسی، ثقافتی روابط ہونے کے باوجود سوء ظن کی کیفیت باقی رکھتے ہوئے ہوشیار رہناچاہئے۔ ان کی چھوٹی حرکتیں اور ہلکے مناظر دشمنی کو نظرانداز نہیں کرناچاہئے۔

اسلام کی تاکید یہ ہے کہ اسلامی نظام وحکومت اغیار کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ قدرت وطاقت کاحصول کریں، اس قدر قوی اور طاقتور ہوں کہ دشمن

تجاوز کا خیال بھی دل میں نہ لا سکے۔

)واعدّوالہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدواللہ وعدوکم)(۱(

اور تم سب ان کے مقابلہ کی لئے امکانی قوت اور گھوڑے کی صف بندی (سلاح) کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سب کو خوف زدہ کر دو۔

آیت قرآن سے استفادہ ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں قوی وقدرت مند ہونا، جدید اسلحہ جات سے آراستہ ہونا ضروری ہے تاکہ اسلامی حکومت ونظام کا دفاع کیا جاسکے، (ما استطعتم) عبارت کا مفہوم وسیع ہے وسائل وسلاح، اطلاعاتی ونظامی، اقتصادی وسیاسی، فرہنگی وثقافتی آمادگی، سب پر منطبق ہوتا ہے، جیساکہ ذیل کی آیت میں کلمہ حذر کا مفہوم وسیع وعریض ہے۔

)یاایہاالذین آمنواخذواحذرکم فانفرواثبات اوانفرواجمیعا)(۲(

اے صاحبان ایمان! اپنے تحفظ کا سامان سنبھال لو اور گروہ در گروہ یا اکٹھا جیسا موقع ہو سب نکل پڑو۔

یہ آیت ایک جامع وکلی آئین ودستور ہر زمان ومکان کے مسلمانوں کو دے رہی ہے، اپنی امنیت وسرحد کی حفاظت کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں اجتماع ومعاشرے میں ایک قسم کی مادی ومعنوی آمادگی کا ہمیشہ وجود رہے۔

حذر کے معنی اس قدر وسیع ہیں کہ ہر قسم کے مادی ومعنوی وسائل پر اطلاق ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ مدام دشمن کی حرکات وسکنات، سلاح کی نوعیت، جنگ کے اطوار پر نگاہ رکھے رہیں، اس لئے کہ یہ تمام موارد دشمن کے خطرات کو روکنے میں مؤثر اور آیت حذر کے مفہوم کی نشان دہی ہے۔

آیت حذر کے دستور کے مطابق مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے تحفظ کے لئے زمان ومکان کے اعتبار سے انواع واقسام کے وسائل کو فراہم کریں، نیز ان وسائل وسلاح سے بہترین استفادہ کے طور وطریقہ کو بھی حاصل کریں۔

اصل سوم: اغیار سے دوستی وصمیمیت کا ممنوع ہونا

اغیار سے سیاسی رفتار وروابط کے سلسلہ میں اسلام کی نظر کے مطابق ان سے دوستانہ روابط وصمیم قلبی کو منع کیا گیا ہے، عداوت پسند افراد نیز وہ لوگ جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہیں ان سے سخت برتاؤ سے پیش آنا چاہئے۔

)یاایہاالذین آمنوالاتتخذواالذین اتخذوادینکم ہزواولعبامن الذین اوتواالکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوااللہ ان کنتم مؤمنین واذاناد یتم الی الصلاۃ اتخذوہاہزواولعباذلک بانہم قوم لایعقلون)(۱(

اے ایمان والو! خبردار اہل کتاب میں جن لوگوں نے تمہارے دین کو مزاق وتماشا بنالیا ہے اور دیگر کفار کو بھی اپنا ولی (دوست) وسرپرست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو اور تم جب نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو مذاق وکھیل بنالیتے ہیں اس لئے کے یہ بالکل بے عقل قوم ہیں

۔

ہزو تمسخر آمیز گفتگو وحرکات کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی قدر وقیمت کو کم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

لعب، وہ افعال جن کے اہداف غلط یا بے ہدف ہوں ان پر اطلاق ہوتا ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومنین کی حیاو غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلامی

مقدسات ودینی اقدار کو پامال کرنے والوں سے سخت اور تند برتاؤ کریں، اوران کا یہ برتاؤ دینی تقوے کی ایک جھلک ہے، کیونکہ تقوا صرف فردی مسائل پر منحصر نہیں ہے۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت میں بھی صریحاً اغیار سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

)یاایہاالذین آمنوالاتتخذواعدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ وقد کفروابماجاء کم من الحق(

اے ایمان والو خبر دار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا، کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے، جو تمہارے پاس آچکا ہے.

اس بنا پر تمام وہ افراد، جو دین اسلام اور اس کی شائستگی کے معتقد نہیں ہیں ان کا شمار اغیار و بیگانے میں ہوتا ہے، لہذا ان سے دوستی ونشست و برخاست کو منع کیا گیا ہے، قران مجید نے اغیار سے، خصوصا جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہے، فکری وثقافتی قربت کو خسران ونقصان سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ رفت وآمد ودوستی کے اثرات انسان پر ضرور مرتب ہوتے ہیں اور اسی کے مثل بنادیتے ہیں۔

)وقد نزّل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہاویستہزأبہافلاتقعدوامعہم حتی یخوضوافی حدیث غیرہ انکم اذامثلہم)(۱ (

اور اللہ نے کتاب میں یہ بات نازل کر دی ہے کہ جب آیات الٰہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزا ہو رہا ہے تو خبر دار ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم انہیں کے مثل ہو جاؤ گے۔

بیان شدہ اصل سوم کا مفہوم یہ نہیں کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی کی نفی کی جائے یا ان کے انسانی حقوق کو ضائع کیا جائے غیر اسلامی حکومتوں سے رابطہ نہ رکھا جائے(۱(

بلکہ اصل سوم کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان دشمن سے دوستانہ وصمیمی روابط سے پرہیز کریں اغیار کی اطاعت واثر پذیری سے دور رہیں، ان کو فکری وسیاسی اعتبار سے غیر ہی سمجھیں، قرآن اغیار پرستی سے مبارزہ اور برائت کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے مقلدین کی سیرت کو بطور نمونہ پیش کر رہا ہے آپ اور آپ کے اصحاب اپنی ہی قوم کی بت پرستی کو مشاہدہ کرنے کے بعد، باوجودیکہ ان کے قرابتدار بھی اس میں شریک تھے ان کے افعال سے برائت کرتے ہیں۔

)قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوالقومہم انّا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنابکم وبدابیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابداحتّی تؤمنوا باللہ وحدہ؛)(۲(

تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اوران کے ساتھیوں میں ہے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہدیا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں، ہم نے تمہارا انکار کر دیا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض اور عداوت بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آو۔

اصل چہارم: غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط رکھنا

اسلام کے سیاسی نظریہ واصول میں اغیار و بیگانے کی دو قسم ہیں۔

۱۔ حربی: وہ افراد اور حکومت جو اسلامی حکومت اور نظام سے برسرپیکار ہیں اور مدام سازشیں وخیانتیں کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ غیر حربی: وہ کفار جو اپنے دین ومذہب پر عمل کرتے ہوئے اسلامی سرزمین پر اسلامی قانون کے تحت اسلامی حکومت کو جزیہ دیتے ہوئے زندگی

گزارتے ہیں، یا وہ ممالک جو اسلامی حکومت سے پیمان صلح یا اس کے مثل عہد وپیمان رکھتے ہیں، اور اس عہد کے پابند بھی ہیں۔

اگرچہ دونوں ہی دستہ کا فکری وثقافتی اعتبار سے اغیار میں شمار ہوتا ہے اور اصل سوم میں شمولیت رکھتے ہیں لیکن ان سے معاشرتی وسماجی رفتار وسلوک میں فرق ہونا چاہئے۔

قرآن کریم ان سے رفتار وبرتاؤ کی نوعیت کو بیان کر رہا ہے۔

)لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقا تلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین انما ینہاکم اللہ عن الذین قا تلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا علی اخراجکم ان تولوہم ومن یتولّہم فاولئک ہم الظالمون)(۱(

خدا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا ہے اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ تم انکے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے وہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے، اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمن کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا۔

آیت مذکورہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ افراد یا حکومتیں جو مومنین کے حق میں ظالمانہ رویہ اپناتی ہیں نیز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناشائستہ عمل انجام دیتی ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی مساعدت کرتی ہیں، اہل اسلام کے وظائف کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے سخت وتند رفتار کا مظاہرہ کریں، ان سے ہر قسم کے سماجی ومعاشرتی رابطہ کو منقطع کردیں، لیکن وہ افراد جو بے طرف رہے ہیں مسلمانوں کے خلاف سازش میں ملوث نہیں رہے ہیں ان کے حقوق کی رعایت اور اسلامی حکومت کی حمایت حاصل ہونا چاہئے، ان پر ظلم وتعدی شدید ممنوع ہے۔

پیامبر عظیم الشانؐ فرماتے ہیں:

))من ظلم معاہداًاو تخلّف فوق طاقتہ فانا حجیجہ))(۱(

جو شخص بھی معاہد پر ظلم کرے گا میں روز قیامت اس سے بازپرس کروں گا۔

معاہد سے مراد وہ یہودی ونصرانی ہیں جو جزیہ دیتے ہوئے اسلامی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں، اسلامی فقہ میں اغیار سے روابط کے تمام حقوق جو انب توجّہ کے قابل ہیں، اگر اغیار وبیگانے سیاسی وفکری اعتبار سے مسالمت آمیز زندگی کی رعایت کریں مسلمانوں کے حقوق کا احترام کریں تو وہ اپنے تمام بنیادی اور جمہوری حقوق سے فیضیاب ہو سکتے ہیں کسی کو ان سے مزاحمت کا حق نہیں، ذیل کا واقعہ اسلامی نظام اور حکومت میں اغیار غیر حربی کے بنیادی حقوق کی رعایت کا آشکار نمونہ ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے ایک نابینا بوڑھے آدمی کو دیکھا جو گدائی کر رہا تھا جب مولا نے اس کے احوال دریافت کئے تو معلوم ہوا وہ نصرانی ہے علی علیہ السلام رنجیدہ خاطر ہوئے، فرمایا: وہ تمہارے درمیان میں تھا اس سے کام لیا گیا، لیکن جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا، آپ نے اس کے مخارج بیت المال سے اداء کرنے کا حکم دیا(۲(

منافقین کا اغیار سے ارتباط اور ان کا طرز عمل

گزشتہ بحث میں اغیار سے روابط اور اسلام کے کلی وجامع اصول پیش کئے جا چکے ہیں، اب اغیار کے سلسلہ میں منافقین کی روش اور طرز عمل کا مختصر تجزیہ

پیش کیا جارہا ہے۔

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین تمام دوستی ومحبت اغیار اور بیگانوں پر نچھاور کرتے ہیں، یہ مسلمانوں کے ساتھ شرارت وخباثت سے پیش آتے ہیں، مومنین کو حقارت وذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تمسخر ونکتہ چینی ان کا مشغلہ ہے ان کی تمام سعی وکوشش اور جدوجہد یہ ہوتی ہے کہ اغیار سے قریب تر ہو جائیں اغیار سے صمیمیت واخلاص اور دوستانہ رفتار وگفتار کے حامی ہیں۔

)الم ترالی الذین تولوا قوما غضب اللہ علیہم ماہم منکم ولا منہم ویحلفون علی الکذب وہم یعلمون)(۱(

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں نے اس قوم سے دوستی کرلی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں۔

منافقین کے بیگانوں سے ارتباط کے جلووں میں سے، مشترک کانفرنس کا انجام دینا، ان سے ہم آواز وہم نشین ہونا ہے، قرآن صریح الفاظ میں کفار اور الہی دستور وآئین کا استہزا کرنے والوں کے ساتھ ہم نشینی کو منع کرتا ہے۔

)واذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ)(۱(

اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات کا استہزا و تمسخر کررہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں۔

لیکن قرآن کے صریح دستور وحکم کے باوجود منافقین، مخفی طریقہ سے اغیار کے جلسات ونشست میں شریک ہوا کرتے تھے لہذا سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ منافقین کو اس رفتار وطرز عمل پر سرزنش وتوبیخ کررہی ہے۔

منافقین کے اجنبی وغیر پرستی کے مظاہر میں سے ایک، ان کے لئے مطیع وفرمان بردار ہونا ہے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۹ منافقین کی اسی روش کو بیان کررہی ہے اگر تم کفار کے مطیع ودوست ہوگے جیسا کہ بعض منافقین کا یہ طرز عمل ہے تو قدیم وجاہلی اطوار کی طرف پلٹا دیئے جاؤگے۔

)یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم)(۲(

اے ایمان لانے والوں اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کروگے تو یہ تمہیں گذشتہ طرز زندگی وعمل کی طرف پلٹا لے جائیں گے.

دشمنوں کی جماعت میں مدام مومنین سے عداوت ودشمنی رکھنے والے بعض یہودی ہیں خدا نے قرآن مجید میں دشمنوں کے عمومی وکلی اوصاف کو بیان کیا ہے لیکن اس عمومیت کے باوجود بعض دشمنوں کے اوصاف کے ساتھ ان کے نام کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں یہودی سر فہرست ہیں۔

ہم جب عصر پیامبر عظیم الشان کے منافقین کی تاریخ کی تحقیق کرتے ہیں تو منافقین کے روابط کے شواہد یہودی کے تینوں گروہ بنی قینقاع، بنی نظیر، بنی قریظہ میں پائے جاتے ہیں۔

اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ

وہ اہم نکتہ جس کی اس فصل مین تحقیق ہونی چاہئے یہ کہ اغیار سے منافقین کے ارتباط کی حکمت کا پس منظر کیا ہے، وہ کن مضرات کی بنا پر اس سیاست کے پجاری ہیں، قرآن مجید منافقین کے اغیار سے روابط کی ریشہ یابی کرتے ہوئے دو وجہ کو بیان کررہا ہے:

۱۔ تحصیل عزت ۲۔ رعب وحشت

۱۔ تحصیل عزت: منافقین اپنے اس رویہ وطرز عمل کے ذریعہ محبوبیت وشہرت، عزت ومنصب کے طلب گار ہیں، منافقین اغیار کے زیر سایہ خواہشات

نفسانی کی تکمیل کے آرزو مند ہیں، شرک کا آشکار ترین جلوہ، وقار و عزت کو کسب کرنے کے لئے غیر (خدا) سے تمسک کرنا ہے۔

)واتّخذوا من دون اللہ الہۃ لیکونوالہم عزّاً)(۱(

اوران لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت رہے (کیا خام خیالی ہے!)۔

اسی طریقہ سے منافقین جو باطن میں مشرک ہیں، اغیار سے وابستگی و تعلقات کے ذریعہ عزت و آبرو کسب کرنا چاہتے ہیں۔

)الذین یتّخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین أیبتغون عندہم العزۃ فان العزّۃ للہ جمیعا)(۲(

جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو ولی و سرپرست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں جب کہ ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

خداوند تبارک و تعالی نے عزت کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے، پیامبر عظیمؐ المرتبت اور صاحبان ایمان کی عزت کا سرچشمہ عزت الٰہی ہے، منافقین عدم ایمان کی بنا پر اس کو درک کرنے سے قاصر ہیں۔

)وللہ العزّۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون)(۳(

ساری عزت اللہ، رسول، اور صاحبان ایمان کی لئے ہی ہے اور منافقین یہ جانتے بھی نہیں ہیں۔

قرآن کریم فقط اللہ تعالی کے وجود اقدس اور جہان کے حقیقی صاحب عزت (محبوب) سے تمسک کو عزت و عظمت کا سرچشمہ جانتا ہے۔

)من کان یرید العزّۃ فللّٰہ العزّۃ جمیعا)(۱(

جو شخص بھی عزت کا طلب گار ہے وہ یہ سمجھ لے کہ عزت سب پروردگار کے لئے ہے۔

اسی ذیل کی آیت میں پیامبر اکرمؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ تحصیل عزت کا واحد راستہ خدا کی اطاعت و فرمان برداری ہے۔

))ان اللہ یقول کلّ یوم انا ربّکم العزیز فمن اراد عزّ الدارین فلیطع العزیز))(۲(

خداوند عالم ہر روز اعلان کرتا ہے کہ میں تمہارا عزت دار پروردگار ہوں جو شخص بھی آخرت و دنیا کی عزت کا خواہش مند ہے اسے چاہئے کہ حقیقی صاحب عزت کا مطیع و فرمانبردار ہو.

شاید کوئی فرد خدا کی اطاعت کئے بغیر کسی اور طریقہ سے عزت کا حصول کر لے، لیکن یہ عزت وقتی و کھوکھلی ہوتی ہے یہی عزت اس کے لئے ذلت کا سبب بن جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں :

))من اعتزّ بغیر اللہ اہلکہ العز))(۱(

جو شخص غیر خدا سے عزت یافتہ ہے وہ عزت اس کو تباہ کر دے گی۔

))العزیز بغیر اللہ ذلیل))(۲(

وہ عزت جو غیر خدا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ذلت میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

قرآن کی نظر میں وہ عزت جو خدا کی طرف سے عطا نہ ہو وہ تار عنکبوت کے مانند ہے جس کا شمار غیر مستحکم ترین گھروں میں ہوتا ہے۔

)مثل الذین اتّخذوا من دون اللہ أولیاء کمثل العنکبوت اتّخذت بیتاً وانّ اوہن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون)(۳ (

اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنالئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اس نے گھر تو بنالیا لیکن سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر ان لوگوں کے پاس علم وادراک ہو (تو سمجھیں)۔

یہ آیت منافقین کی وضعیت کو سلیس ودلربا مفہوم، خوش گفتار تشبیہ، دقیق مثال کے ذریعہ ترسیم کررہی ہے۔

عنکبوت کے آشیانے بہت ہی نازک تار کے ذریعہ بنے ہوتے ہیں، نہ دیوار ہوتی ہے نہ چھت، دروازے اور صحن کی بات ہی الگ ہے اس کے میٹیریل اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ کسی حادثہ کا مقابلہ کرہی نہیں سکتے، بارش کے چند قطرے اس کو تباہو برباد، آگ کے ہلکے شعلہ اسے خاکستر، گرد وغبار کے خفیف جھٹکے اس کو صفحہ ہستی سے محو کرنے کے لئے کافی ہے کسی بھی مسئلہ میں غیر خدا پر اعتماد واعتبار خصوصاً عزت وآبرو کسب کرنے کے لیے، یقیناً اسی نوعیت کے ہیں، بی ثبات وناتواں، ناقابل بھروسہ، حوادث کے مقابلہ میں غیر مستحکم، غیر خدا جو بھی اور جیسا بھی ہو عزت وعظمت کا حامل ہے ہی نہیں کہ عزت بخشش ونچھاور کرسکے۔

اگر ہزاروں مکر وفریب کے بعد ظاہری طاقت وقوت حاصل کر بھی لی، اور کسی شخص کو عزت ومقام دے کر قابل عزت بنا بھی دیا تو بھی یہ (عزت) قابل اعتماد نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جس وقت بھی ان کے منافع اقتضا کریں گے وہ بے درنگ اپنے صمیمی اتحادی گروہ کو ترک کردیں گے اور توانائی و قدرت حاصل ہونے کی صورت میں وہ تمہیں خاکِ ذلت پر بیٹھادیں گے۔

۲۔ رعب وحشت: منافقین کا اغیار سے پیوستہ دوستانہ روابط کا ہونا، ان سے وحشت زدہ ہونے کی علامت ہے، ان کے خیال خام میں یہ آئندہ اوضاع واحوال پر مسلّط نہ ہو جائیں، اس لئے ان سے خائف رہتے ہیں، یہ اس بنا پر بیگانوں سے دوستانہ روابط برقرار رکھتے ہیں کہ اگر ایک روز حکومت وطاقت ان کے ہاتھوں میں آجائے تو اپنی عزیز دنیا کو بچاسکیں، زندگی وحیات کا تحفظ کرسکیں، اسلام کے نظریہ کے مطابق وہ فرد جس کی روح وجان گوہر ایمان سے آراستہ ہوچکی ہے وہ صرف اللہ سے خائف رہتا ہے، غیر اللہ سے ذرہ برابر بھی وحشت زدہ نہیں ہوتا، اللہ کی سفارش یہ ہے کہ خوف وخشیت اس کے لئے ہو، اور کسی قدرت وطاقت سے خوفزدہ نہ ہوا جائے یہ فقط ایمان ہی کی بنا پر عملی ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی تعریف ان صفات کے ذریعہ کررہا ہے :

)الذین یبلّغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ()ا(

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں دل میں اسی کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

پیغمبران الٰہی اور حقیقی صاحبان ایمان صرف یہی نہیں کہ غیر اللہ کی قدرت وطاقت سے ہراساں نہیں ہوتے، بلکہ جس قدر ان کو خوفزدہ اور ہراساں کیا جا تا ہے اسی اعتبار سے ان کا ایمان واعتماد خدا کی طاقت وقدرت پر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

)الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوہم فزادہم ایماناو قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل()ا(

یہ وہ ایمان والے ہیں کے جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

مذکورہ آیت میں زیادی ایمان اور خدا پر توکل، نیز خوف الٰہی اور دلوں میں اس کی عظمت ایک فطری امر ہے۔

افراد جس قدر خدا کی عظمت، قدرت، شوکت، کو زیادہ سے زیادہ درک کریں اور خالص وحدانیت سے نزدیک تر ہوں، تمام قدرت واقتدار ان کی نظروں

میں پست سے پست نظر آئیں گے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ متقین کے صفات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

))عظم الخالق فی انفسہم فصغر مادونہ فی اعینہم))(۱(

خالق ان کی نگاہ میں اسقدر عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گر گئی ہے۔

اگر انسان خدا سے ویسے ہی خائف رہے جیسا کہ خائف ہونے کا حق ہے اور محبت خدا سے اس کے قلب لبریز ہو تو سب کے سب اس کی عظمت کے معترف اور محبت کے قائل ہو جائیں گےلیکن اگر حریم پروردگار کہ جس کے لئے شائستہ و سزاوار ہے، رعایت نہ کی، تو ہر شی سے وہ خوف زدہ و مقہور رہتا ہے، مجاہدین راہ حقیقت وہدایت کی صلابت واستقامت نیز راہ حق وہدایت سے منحرفین کی دائمی تشویش اور اضطراب کا راز یہی ہے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

))من خاف اللہ اخاف اللہ منہ کل شی ءومن لم یخف اللہ اخافہ اللہ من کل شی ء))(۱(

جو خدا سے خائف ہوتا ہے خدا ہر شی سے اس کے خوف کو ختم کر دیتا ہے اور جو خدا سے خائف نہیں ہوتا خدا اس کو ہر شی سے مرعوب کر دیتا ہے۔

وہ منافقین جو ادنی درجہ کے ایمان سے خالی ہیں اور توحید کے معانی درک کرنے سے قاصر، مادہ پرست طاقتوں کی وحشت وہیبت اس قدر ان کے افکار پر طاری ہے کہ ان سے ایجاد روابط کے لئے کوشاں ہیں کہ آئندہ کہیں یہ تسلط پیدا نہ کر لیں۔

)فتری الذین فی قلوبہم مرض یسارعون فیہم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ فعصی اللہ ان یاتی بالفتح اٴو اٴمر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسہم نادمین)(۲(

پیامبر! آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف (یہود و نصاریٰ) جا رہے ہیں اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں گردش زمانہ کا خوف ہے پس عنقریب خدا اپنی طرف سے فتح یا کوئی دوسرا امر لے آئے گا تو اپنے دل کے چھپائے ہوئے راز پر پشیمان ہو جائیں گے۔

بیگانوں واغیار سے منافقین کے ایجاد روابط کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر آئندہ اغیار مسلمانوں پر غالب ہو جائیں تو اپنے مخفی ارتباط کے صلہ میں حیات اور اموال کا تحفظ کر سکیں، قرآن مجید منافقین کے اس طرز فکر و منطق کا جواب مذکورہ آیتسے دے رہا ہے، قضیہ کے اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کو فتح وکامرانی ملی تو یہ صاحب قدرت وسطوت ہوں گے اس صورت میں تمہارا کیا حال ہو گا؟ یقیناً اہل اسلام فاتح وکامیاب ہوں گے اور تم (منافقین) اپنی زشت حرکات اور غلط افعال کی وجہ سے پشیمان و شرمندہ ہو گے۔

منافقین کے سیاسی خصائص

ولایت ستیزی

ولایت اور اسلام میں ولایت پذیری

منافقین کی سیاسی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت وصفت، ولایت ستیزی ہے اس بحث کی تحقیق سے قبل، مقدمہ کے عنوان سے بہ طور اختصار، اسلام کی نگاہ میں ولایت پذیری اور ولایت کی منزلت ومقام کے سلسلہ میں کچھ باتیں عرض کرنا ضروری ہے تاکہ منافقین کی ولایت ستیزی نیز رفتار وسیاست کو قرآنی شواہد کی روشنی میں تحقیق کی جاسکے۔

اسلام کی نگاہ میں ولایت اور ولایت پذیری، اصول اعتقادی و عملی دونوں ہی سے مرتبط ہے، اصول اعتقادی کی بنیاد پر نبوت وامامت کا تعلق عقائد اور اصول دین سے ہے، اصول عملی کی بنیاد پر ولی کی اطاعت کا واجب ہونا اثبات ولایت کا لازمہ ہے، یعنی ولی کی اطاعت اور اس کے دستور و حکم کو قبول کرنا اسی وقت ہوگا جب اسے ہم اپنے اوپر حاکم قرار دیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ ایک حدیث میں اسلام کے عملی عمود و ستون کا ذکر کرتے ہوئے ولایت کو اہم ترین ستون قرار دیتے ہیں۔

))بنی الاسلام علی خمس علی الصلوۃ والزکاۃ والصوم والحج والولایۃ ولم یناد بشیء ما نودی بالولایۃ))(۱(

اسلام کی بنا پانچ (عملی ستون) پر واقع ہے نماز، زکاۃ، روزہ، حج، ولایت، کسی بھی موارد کی، ولایت کے مثل سفارش نہیں کی گئی ہے۔

قرآن کریم اور روایات میں تولّا اور ولایت پذیری، محبت اور قلبی لگاؤ کے مرتبے سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے، اسلام میں مسئلہ ولایت کا پایا جانا، اسلام کے سیاسی نظریہ کے اہم ترین مبانی میں سے ہے، ولایت، نظام اسلامی کے فقرات کے مثل ہے۔

اگرچہ قرآن میں رسول اکرمؐ و حضرت علیؑ کی ولایت کی گفتگو ہے، لیکن یہ ولایت حاکمیت کے معنا میں ہے، ولایت پذیری، یعنی ولایت کے دستور واحکام کی عملی اطاعت اگرچہ اہلبیت اطہارؑ کی محبت و مودت کا دینی اقدار کی بنا پر ایک الگ ہی مقام ہے۔

)النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسہم)(۱(

بے شک نبیؐ تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولی ہے۔

)انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وہم راکعون)(۲(

ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

نبوت و امامت کا لازمہ حاکمیت وولایت کا وجود ہے، ان لوگوں کی ولایت کی مشروعیت (جواز) کا منشا وہی ہے جس نے ان کو رسالت اور امامت عطا کی ہے

۔

)وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ)(۳(

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا ہے مگر صرف اس لئے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ولایت پذیری، کمال مطلق سے عشق و محبت کا جلوہ ہے اور الٰہی حاکمیت کو قبول کرنے کا لازمہ ہے۔

وہ شخص جس کے وجود میں توحید خالص نیز کمال حقیقی کی محبت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور وہ محبوب الٰہی کا اشتیاق مند ہوگا یقیناً وہ ولایت پذیر ہوگا۔

) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ)(۱(

ای پیامبر! کہد یجئے کے اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

اس اعتبار سے مومنین، حقیقی ولایت کو قبول کرنے والے ہیں قرآن کے صریح دستورات کی پیروی کرتے ہوئے خداوند عالم کی طرف سے نصب شدہ ولی کو قبول کرنا مومنین کے صفات میں سے ہے۔

)انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ہم المفلحون)(۲(

مومنین کو تو خدا اور سول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں تو ان کا قول صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور یہی لوگ در حقیقت فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں سعادت کا یکہ و تنہا راستہ یہی ہے، اولیا حق کی محبت کے راستہ سے خارج ہونا باطل اور طاغوت کی آغوش میں گر پڑنا ہے، اس لئے کہ حق کے بعد باطل کے علاوہ کچھ بھی نہیں(۳(

)ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ہم الفائزون)(۱(

اور جو بھی اللہ ورسول کی اطاعت کرے گااور اس کے دل میں خوف خدا ہوگااور وہ پرہیز گاری اختیار کرے گا تو وہی کامیاب کہا جائے گا۔

پیامبر اکرمؐ وائمہ اطہارؑ کے بلند پایہ اور ممتاز اصحاب، ولایت پرستی کے بلند مقام پر فائز تھے اور اس پر افتخار کیا کرتے تھے، عبد اللہ بن ابی یعفور اس گروہ میں سے ہیں وہ مفسر قرآن تھے اور کوفہ میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، حضرت امام صاؑدق آپ سے بے حد محبت واحترام کرتے تھے، امام صاؑدق ان کے بارے میں فرماتے ہیں :

))ماوجدت احدا یقبل وصیتی ویطیع امری الا عبد اللہ

بن ابی یعفور))(۲(

کسی کو عبد اللہ بن ابی یعفور جیسا نہیں پایا وہ میرے دستورات ونصائح کو قبول کرتے ہیں اور میرے حکم کے فرمان بردار ہیں۔

بغیر قید وشرط کے ولایت پذیری ان کی ممتاز خصوصیت تھی، ایک دن امام صاؑدق سے عرض کیا: اگر آپ ایک انار دو حصے میں تقسیم کریں، اس کے ایک حصے کو حلال دوسرے حصے کو حرام بتائیں، آپ کے حلال بتائے ہوئے حصے کو حلال اور حرام حصے کو حرام سمجھوں گا۔

حضرت امام صادقؑ نے ان کی اس ارادت واطاعت کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ((رحمک اللہ)) خدا تم کو مشمول رحمت قرار دے۔

ولایت کے مسئلہ میں منافقین کی روش

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ عمیق وخالص نفاق کی علامت، عدم قبولیت ولایت اور ولایت ستیزی ہے۔

)ویقولون آمنّا باللہ وبالرّسول واطعنا ثم یتولّیٰ فریق منہم من بعد ذالک وما اولئک بالموٴمنین واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم اذا فریق منہم معرضون)(۱(

اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اور ان کی اطاعت کی ہے، اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منھ پھیر لیتا ہے، یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں، اور جب انہیں خدا ور سول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک فریق کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ایک فرد کے درمیان جس نے آپ سے زمین خریدی تھی اختلاف در پیش ہوا وہ مرد اس پتھر کی بنا پر جو زمین میں تھے معیوب قرار دے رہا تھا اور معاملہ کو فسخ کرنا چاہتا تھا امام علیؑ نے قضاوت کے لئے رسولؐ اسلام کی پیش کش کی، لیکن حکم بن ابی العاص جس کا شمار منافقوں میں ہوتا تھا اس نے خریدار کو ورغلایا کہ اگر رسولؐ اسلام کے پاس جاوگے تو وہ حضرت علیؑ کے فائدہ میں فیصلہ کریں گے کیونکہ علیؑ ان کے چچازاد بھائی ہیں۔

یہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئی اور حکم بن ابی العاص کی شدّت سے سرزنش کی اور اس بات کا اضافہ بھی کیا کہ ، اگر حق ان کے ساتھ ہو اور فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو وہ دست بستہ رسوؐل کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن اب جب کہ وہ جانتے ہیں کے حق ان لوگوں کے ساتھ نہیں تو پیامبرؐ اسلام کی قضاوت سے منھ موڑ لیتے ہیں(۱ (

منافقین، حق کی حکومت اور اسلامی نظام کی حاکمیت کے دشمن ہونے کی بنا پر طاغوت کے قبضہ ودبدبہ کو وجود بخشنے کی فکر میں رہتے ہیں، ہمیشہ اسلامی نظام کے اہم ترین رکن، ولایت سے برسرپیکار رہے ہیں، مختلف اطوار سے اپنے اس کینہ وعداوت کو بروئے کار لاتے ہیں۔

حقیقی ولایت پرستی، اور ولایت پرست ہونے کا نعرہ بلند کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، منافقین نہ صرف یہ کہ زبان سے ولایت کو قبول نہ کرنے کا

اظہار نہیں کرتے بلکہ ولایت پذیری کے نعروں کے ذریعہ اپنے کو سب سے زیادہ ولایتی فرد بتاتے ہیں، لیکن پس پردہ ولایت ستیزی وولایت کے خلاف عملی اقدام کی فکر وذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

ولایت ستیزی کے عملی مناظر

جس طریقہ سے صاحبان ایمان کی ولایت پرستی اور ولایت پذیری کے خاص عملی جلوے نظر آتے ہیں، منافقین کی بھی ولایت ستیزی کی جلوہ افروزی کم نہیں، ان جلوے اور مناظر کے ذریعہ، تحریک نفاق کی شناخت بخیر وخوبی کی جاسکتی ہے قرآن مجید منافقین کی ولایت سے بر سرپیکار عملی جلوے ومناظر کے چند نمونے پیش کر رہا ہے۔

۱۔ دینی حکومت وحاکمیت کو قبول نہ کرنا: منافقین کی ولایت ستیزی کا ایک عملی نمونہ ان کا دینی حکومت واسلامی نظام کی حاکمیت کو قبول کرنے سے انکار کرنا ہے، اسلام کے سیاسی نظریہ میں ولایت، اسلامی نظام کا اہم ترین رکن ہے بغیر ولایت کے حکومت کا نظام ایک طاغوتی نظام ہے۔

قرآن کریم کے پیش نظر ایمان کا معیار وپیمانہ ولایت کے دستور واحکام کو از حیث قلب وعمل قبول وتسلیم کرنا ہے۔

)فلا وربّک لایؤمنون حتی یحکّموک فیما شجر بینہم ثم لایجدوا فی انفسہم حرجا مماقضیت ویسلّموا تسلیما)(۱(

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحبان ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں، اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائیں۔

روایات میں بھی اس نکتہ کی تصریح کی گئی ہے، اس عصر وزمان میں جب کہ اسلامی نظام وحکومت قائم نہیں ہے، اہلبیت اطہارؑ کے افکار کے مقلدین کو طاغوت کی حاکمیت قبول نہیں کرنا چاہئے، اس حالت میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے عصر میں ان کا وظیفہ بالکل عیاں وآشکار ہے، حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

))من تحاکم الیہم فی حق او باطل فانما تحاکم الی الطاغوت وما یحکم لہ فانما یاخذ سحتا وان کان حقہ ثابتا لانہ اخذہ بحکم الطاغوت وقد امر اللہ ان یکفر بہ)) (۱(

کسی شخص کا اپنے اس حق کے لئے جو ضائع ہوگیا ہے یا باطل دعویٰ کے سلسلہ

میں ان (اہل باطل وظالم) کے پاس جانا یعنی محاکمہ کے لئے طاغوت کے پاس جانے کے مترادف ہے، اور جو کچھ ان کی حکمیت کے ذریعہ حاصل کیا ہے وہ حرام ہے چاہے اس کا حق ہی کیوں نہ ہو اس لے کہ اپنے حق کو طاغوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، حالانکہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

نفاق کی اہم خصوصیت، دینی حکومت کا انکار اور اغیار کی حکومت وحاکمیت کا اقرار ہے، منافقین پیامبر اسلامؐ اور دین ومذہب کی حاکمیت کو قبول نہین کرتے ہیں، لیکن طاغوت کی حاکمیت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔

)ألم تر الذین یزعمون انہم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد أمروا ان یکفروا بہ)(۱(

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئیں ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

تفاسیر کی کتب میں آیا ہے کہ ایک منافق کا یہودی فرد سے اختلاف ہوگیا یہودی شخص نے اس منافق کو پیامبر عظیمؐ الشان کی قضاوت قبول کرنے کی

دعوت دی، کہاتمہارے پیامبرؐ جو حکم بھی کریں گے اس کو قبول کر لوں گا، لیکن اس منافق نے رسوؐل اعظم کی حکمیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیااور اسے کعب بن اشرف یہودی کی حکمیت کی دعوت دی، مذکورہ آیت منافقت کی غلط سیاست ورفتار کی سرزنش کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے(۲(

منافقین ہمیشہ پیامبر عظیم الشانؐ کے دستورات واحکام سے مقابلہ اور صف آرائیمیں مشغول رہتے تھے، نہ خود ہی حق وحقیقت کی اطاعت کرتے تھے اور نہ ہی دوسروں کواس کی اجازت دیتے تھے۔

)اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا)(۱(

اور جب ان سے کہاجاتاہے کہ حکم خدا اور اس کے رسوؐل کی طرف آؤتو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ شدت سے انکار کرتے ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ دین کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے اور خود کواس کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مدام اسلامی نظام کی حاکمیت اور دین ومذہب کی قدرت کی تضعیف وتحقیر میں مشغول رہتے ہیں۔

پیامبر اکرمؐ کی حاکمیت کوضعیف وکمزور کرنے کے لئے منافقین کے طریقۂ کار میں سے ایک، اقتصادی ناکہ بندی اور مشکلات کی ایجاد، کا حربہ تھاجس کا استعمال ہمیشہ دشمنوں نے کیاہے اور آج بھی اسلامی نظام کی تضعیف کے لئے اس حربہ سے استفادہ ہو رہاہے۔

)ہم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ

حتی ینفضوا)(۲(

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں۔

پیامبر رحمتؐ کے سلسلہ میں عبداللہ ابن ابی کی سازش یہ تھی کہ ہر قسم کا معاملہ اور خرید وفروخت، مہاجرین اور رسول خداؐ کے شیدائی افراد سے ممنوع قرار دیاجائے تاکہ اقتصادی ومعاشی مشکلات کی بناپر رسولؐ خدا کے شیدائی ان کے اطراف سے منتشر ہو جائیں۔

بالکل وہی پالیسی جو مشرکین قریش نے مکہ میں رسولؐ خدا کے ساتھ انجام دی تھی، قریش کے سرکردہ افراد نے ایک پیمان کو ترتیب دیااور دستخط کے بعد خانۂ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا، اس عہد وپیمان کی بناپر ہر قسم کے اقتصادی معاشرتی روابط مسلمانوں سے ممنوع تھے، کسی کو بھی حق نہ تھاکہ بنی ہاشم ، پیامبرؐ، اوران کے اصحاب سے رشتہ داری کے روابط برقرار کرے، نیز بنی ہاشم سے ہر قسم کی دفاعی قرارداد کاانعقاد بھی ممنوع کر دیا گیا تھا۔

اس سازش کو عملی جامہ پہنایا گیالیکن وہ تمام صعوبت اور رنج وتکلیف جواس قرار اور پیمان کی بناپر مسلمان شکار ہوئے، اہل اسلام کی استقامت وصبر کی بناپر مشرکین کے سارے پروگرام نقش برآب ہو گئے، اور اسلام کی طاقت واقتدار میں اضافہ ہوتا رہا۔

تعجب آور ہے کہ رسول خداؐ کے بعد یہی پروگرام آپ کے وصی وجانشین اور خلیفہ برحق حضرت علیؑ پر جاری کیا گیا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فدک غصب کر لیا گیاتاکہ حضرت علیؑ کی اقتصادی درآمد کے وسیلہ کو ختم کر دیاجائے۔

۲۔ ولایت کے دستورات واحکام کی عملی مخالفت: منافقین کی ولایت کی عدم قبولیت کاایک اور نمونہ، ولی کے فرامین کی عملی مخالفت ہے، سورہ نور کی آیت نمبر اکاون جواس سے قبل پیش کی گئی ہے، ولایت کے اوامر کی سماعت اور اس کی اتباع، حقیقی صاحبان ایمان کے اوصاف وصفات میں شمار کیا گیاہے، لیکن منافق دین کی حکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں، ظاہر میں پیروی کاادعا کرتے ہیں، مگر اعمال میں ولی کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔

)ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منہم غیر الذی تقول)(۱(

اور یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں، پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو پھر ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیریں کرتا ہے۔

قرآن کریم نے ایمان اور نفاق کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے معاشرتی وسیاسی میدان میں حضور کو، معیار و محک قرار دیا ہے، صرف پیامبر گرامی کی اجازت سے اس میدان کو ترک کیا جاسکتا ہے۔

)انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یؤمنون باللہ ورسولہ)(ا(

مومنین صرف وہ افراد ہیں جو خدا اور سول پر ایمان رکھتے ہوں اور جب اجتماعی کام میں مصروف ہوں تو اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اجازت حاصل نہ ہو جائے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ ورسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

مذکورہ آیت کے مصادیق میں سے ایک غسیل الملائکہ (ملائکہ کے ذریعہ غسل دئے ہوئے) حنظلہ ہیں جناب حنظلہ کی شادی ہی کی شب، مسلمان احد کے لئے حرکت کر رہے تھے، جناب حنظلہ نے رسوؐل گرامی سے اجازت چاہی کہ ایک شب شریک حیات کے پاس گزار کر صبح کو احد میں حاضر ہو جائیں گے، آپ نے اجازت بھی فرمادی جناب حنظلہ دوسرے روز احد پہونچ کر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور اسی جنگ میں درجۂ شہادت پر فائز بھی ہوئے، پیامبر گرامؐی نے شہادت کے بعد فرمایا: حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے۔

جناب حنظلہ کے عمل کے نقطۂ مقابل، جنگ خندق میں منافقین کی حرکت ہے، رسولؐ اسلام نے اس جنگ میں خندق بنانے کے لئے، دس دس افراد کا دستہ بنا کر ایک ایک

حصہ ان کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت منافقین مسلمانوں کی چشم سے پوشیدہ ہوتے تو

فریضہ سے سرپیچی کرتے اور جب مسلمان کی آہٹ پاتے تو مشغول ہو جاتے ذیل کی آیت منافقین کے زشت فعل کو بیان کر رہی ہے۔

)قد یعلم اللہ الذین یتسلّلون منکم لواذاً فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم)(ا(

اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے خاموشی سے الگ ہو جاتے ہیں لہذا جو لوگ حکم خدا کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہیں ان تک کوئی فتنہ پہونچ جائے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

دوسری آیت جو منافقین کی، دستورات پیامبرؐ سے عملی مخالفت کو بیان کر رہی ہے، سورہ توبہ کی آیت نمبر ا کا سیہے، خداوند عالم اس آیت اور بعد والی آیت میں منافقین کے عمل کی شدت سے سرزنش و توبیخ کرتے ہوئے سخت عذاب کا وعدہ دے رہا ہے۔

)فرح المخلّفون بمقعد ہم خلاف رسول اللہ وکرھوا أن یجاھدوا باموالہم وأنفسہم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحرّ قل نار جہنّم اشدّ حرّاً لو کانوا یفقھون فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا جزاء بما کانوا یکسبون)(ا(

جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوشحال ہیں اور انہیں اپنے جان ومال سے راہ خدا میں جہاد ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو تو اے پیامبرؐ! آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں اب یہ لوگ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ کہ یہی ان کے کئے کی جزا ہے۔

جیسا کہ آیت کے لحن وطرز سے ظاہر ہے منافقین رسول اسلامؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اور وہ اپنے اس زشت عمل سے نادم وپشیمان ہونے کے بجائے اس خلاف ورزی سے خوش حال اور مسرور بھی رہتے تھے، وہ صرف یہی نہیں کہ خود میدان جنگ میں شریک نہ ہوتے بلکہ اپنی

مغرضانہ و معاندانہ تبلیغ سے جہاد پر جانے والوں کو روکتے بھی تھے۔

۳۔ ولایت کی حریم کو پامال کرنا: ولایت ستیزی کے زمرہ میں منافقین کا ایک اور عملی شاہکار، حریم ولایت کی حرمت کو پامال کرنا ہے۔

قرآن مجید نے ولایت کی حریم کو معین کر دیا ہے اور اس حریم کا تحفظ و احترام، اہل اسلام کا وظیفہ ہے، پہلی حریم یہ ہے کہ جب صاحب ولایت کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو، بغیر کسی چون وچرا کے اطاعت کی جائے اگر ولی یعنی صاحب ولایت کی اطاعت نہ ہو تو اسلامی نظام کہیں کا نہیں رہے گا۔

)وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم و من یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالا مبینا)(۱(

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا اور سول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن

جائے اور جو بھی خدا اور سول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

صاحب ولایت کی طرف سے فرمان و حکم جاری ہو جانے کے بعد اظہار نظر، ذاتی سلیقہ و روش، اشکال تراشی کی کوئی گنجائش نہیں منافقین صاحب ولایت کے فرامین کی مخالفت و روگردانی سے ولایت کی حریم کو پامال کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کے ذریعہ دوسروں کو بھی نافرمانی کی تشویق دلاتے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۱ میں پیامبر عظیم الشانؐ کے فرمان کی، مخالفین کے ذریعہ روگردانی و مخالفت، نیز ان کی خوشحالی و رضایت کا ذکر، صراحتاً ہو چکا ہے، البتہ فرامین کا بغیر چون وچرا اجرا کرنے کا مطلب، مشورت و نصیحت نیز یاد دہانی کے متعارض نہیں ہے۔

جب تک منصب ولایت کی طرف سے کوئی حکم و دستور کا صدور نہ ہوا ہو، نہ صرف یہ کہ افراد نصیحت و مشورہ کا جواز رکھتے ہیں بلکہ " النصیحة لائمة المسلمین"، کی بنا پر اپنے نظریات و خیالات کا صاحب ولایت کے محضر میں بیان کرنا واجب ہے لیکن جب ولّی نے کسی امر کی تصمیم گیری کر لی ہے تو سب کا وظیفہ اطاعت و فرماں برداری ہے، حتی وہ افراد بھی جو مشورت کے مرحلے میں اس تصمیم و عمل کے مخالف نظر تھے یعنی کوئی بھی فرد، مخالف نظر، کا عذر پیش کرتے ہوئے اطاعت سے روگردانی نہیں کر سکتا ہے۔

ابن عباس، امیر المومنین حضرت علیؑ کو مشورے دیتے ہیں کہ آپ معاویہ کو شام میں رہنے دیں اور بصرہ و کوفہ کی امارت طلحہ و زبیر کے سپرد کر دیں حالات آرام ہو جانے کے بعد ان کو معزول کر دیں، امام علیؑ نے ابن عباس کا مشورہ رد کرتے ہوئے فرمایا:

))لاافسد دینی بدنیا غیری لک ان تشیر علیّ واریٰ فان عصیتک فاطعنی))(۱(

میں اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے لئے تباہ و برباد نہیں کر سکتا، تمہیں مجھے مشورہ دینے کا حق حاصل ہے، اس کے بعد رای میری ہے، لھذا اگر میں تمہارے خلاف بھی رای قائم کر لوں تو تمہارا فریضہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔

بہت زیادہ روایات، اسلامی معاشرے کے قائدین کی نصیحت و خیر خواہی کے سلسلہ میں آئی ہیں، نصیحت و خیر خواہی ایک قیمتی شیٔ اور لوگوں کے لئے ایک فریضہ ہے حضرت امام علیؑ اشخاص پر رہبر و رہنما کے حقوق میں ایک حق نصیحت و رہنمائی کو سمجھتے ہیں۔

))واما حقی علیکم۔۔۔ النصیحة فی المشھد والمغیب))(۱(

میرا حق تم پر یہ ہے کہ باطن و ظاہر میں نصیحت و خیر خواہی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اسی طریقہ سے حضرت علیؑ نے پیامبر اسلامؐ اور اپنے نیک و ممتاز اصحاب کی تجلیل و تکریم کے بعد، ان سے چاہتے ہیں کہ خالصانہ نصیحت سے ان کی

مساعدت کریں۔

))۔۔۔فاعینونی بمناصحۃ خلیۃ من الغش سلیمۃ من الریب))(۲(

مجھے خالصانہ وہر قسم کے شک وتر دید سے جدا، نصیحت سے میری مدد و نصرت کرو۔

نصیحت و خیر خواہی سب کے لئے، خصوصاً معاشرہ کے افراد کی نصیحت اسلامی نظام کے رہبر کے لئے، ایک قیمتی شی اور فریضہ ہے، اس شرط کے ساتھ کہ واقعی مصداق نصیحت ہو، اس لئے کہ کینہ پروری کی بنا پر عیب کی تلاش، در حقیقت نصیحت نہیں ہے، معرکہ آرائی، بے مورد اتہام، ایک طرفہ وشتاب زدہ فیصلہ وغیرہ نصائح نہیں ہیں۔

اس نکتہ کی طرف بھی توجہ مرکوز ہونی چاہئے کہ، ولائی اوامر، میں خواہ ولائی

معصومؑ، خواہ ولائی ولّی فقیہ، میں مطیع فرمان بردار ہونا چاہئے اور یہ وہ نکتہ ہے جسے قرآن نے بھی بیان کیا ہے، اور علم فقہ میں بھی (حاکم کے حکم کو دوسرے مجتہد کا نقض کرنا حرام ہے) کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن جہاں حکم، الٰہی و شرعی نہ ہو، ہر مسلمان کو نظر کے اظہار کا حق ہے، کبھی بھی پیامبر عظیم الشانؐ اس نوع کے اظہار کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ تعریف وتشویق بھی کرتے تھے۔

جنگ احزاب میں رسولؐ اکرم نے حضرت سلمانؓ کی خندق بنانے کی فکر و نظر اور خیر خواہی کو قبول کرتے ہوئے مورد تاکید بھی قرار دیا، حضرت سلمانؓ نے پیامبرؐ سے عرض کیا، فارس علاقہ میں جب بھی دشمن کا خطرہ ہوتا ہے شہر کے اطراف میں خندق کھود کر دشمن کی پیش قدمی کو روکا جاتا ہے لہذا مدینہ کے اطراف میں آسیب پذیر علاقے جہاں دشمن وسائل جنگی کو آسانی سے عبور دے سکتا ہے، وہاں خندق کھود کر ان کی پیش قدمی کو روک دیا جائے، اور خندق کے اطراف میں سوراخ وبرج بنا کر دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہوئے شہر کا دفاع کیا جائے، پیامبر اسلامؐ نے حضرت سلمانؓ کی نظر کو منظور کرتے ہوئے خندق کھودنے میں مشغول ہو گئے (۱(

ایک دوسری آیت تصریح کر رہی ہے کہ صاحب ولایت کے فرامین سے ہمراہی لازم ہے، اس کے اوامر پر سبقت ممنوع ہے۔

)یاایہاالذین آمنوالا تقدموابین یدی اللہ ورسولہ)(۱(

اے ایمان والو! خبردار خدا اور سول کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔

خدااور پیامبرؐ سے سبقت لینا یعنی خدا و پیامبرؐ کے باصراحت دستور و حکم کے سامنے شخصی طور وطریقہ کو استعمال کرنا، یا کسی دوسرے نظریہ کو بیان کرنا، ولایت سے سبقت لینا یعنی صاحب ولایت کی گفتار و اقوال کو کچھ اس طرح تفسیر وتشریح کرنا

کہ اپنی پسند وخواہش کے مطابق ہو۔

حضرت امام صادقؑ سے اس نوعیت کی تاویل کو مورد لعنت قرار دیا ہے۔

))قوم یزعمون انی امامہم واللہ انا بامام لہم لعنہم

اللہ کلماسترت سراہتکوہ اقول کذاوکذا فیقولون انمایعنی کذاوکذا فیقلون انمایعنی کذاوکذا انماانا امام من اطاعنی))(۲(

بعض خیال کرتے ہیں کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان لوگوں کا امام نہیں ہوں خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، میں جس راز کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں

وہ افشا کرتے ہیں، میں کسی قول کو پیش کرتا ہوں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ امام کا مقصد یہ ہے وہ ہے (تاویل کرتے ہیں) میں صرف ان افراد کا امام ہوں جو میرے اطاعت گذار و فرمان بردار ہیں۔

بہر حال ولایت کی حریم میں سے ایک، بغیر چون وچرا صاحب ولایت کے احکام ودستور کی پیروی واطاعت کرنا ہے۔

منافقین کا طرز عمل پیامبر اکرمؐ کے فرمان ودستور کی خلاف ورزی، اور حضرت کے حریم کی حرمت شکنی تھا، لیکن جیسا کہ وضاحت کی گئی کہ معاشرے کے قائدین کے لئے ناصح وخیر خواہ کا لازم ہونا، چون وچرا کے بغیر اطاعت گزار وفرمان بردار ہونے سے کوئی تعارض وتضاد نہیں رکھتا ہے۔

ولایت کے لئے دوسری حریم جو قرآن بیان کر رہا ہے، ولایت کے احترام

کا لازم ہونا ہے، قرآن مجید کا پیامبر اسلامؐ کے حضور میں صدا کو بلند نہ کرنے کا حکم دینا احترام ولایت کے مصادیق میں سے ہے۔

)یا ایّھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض)(۱(

اے صاحبان ایمان خبردار! تم اپنی آواز کو نبی کے آواز پر بلند نہ کرنا، اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

دوسری آیت میں بھی اسی قسم کے مفہوم کو پیش کیا گیا ہے۔

)لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً)(۱(

مسلمانوں! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارو جسطرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

فوق کی دونوں آیات صاحب ولایت سے مومنین کے صحیح برتاؤ ورفتار کو بیان کرتے ہوئے پیامبر اکرم سے منافقین کے زشت برتاؤ وروش کو بھی بطور کنایہ پیش کر رہی ہے، صاحب ولایت کے احترام کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں منافقین کا ایک اور حربہ، صاحب ولایت (ولی) کو سادہ لوحی کا خطاب دینا ہے۔

)ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذن)(۲(

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیامبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو صرف کان والے (خوش خیال وسادہ لوح) ہیں۔

ولایت کی حریم کو پامال کرنے کے لئے منافقین کی ایک دوسری روش صاحب ولایت (پیامبر اکرمؐ) کے افعال ورفتار پر تنقید کرنا تھا۔

حرقوص ابن زہیر جو بعد میں خوارج کا سرغنہ قرار پایا جنگ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت رسول اسلامؐ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: عدالت سے تقسیم کریں حضرت نے فرمایا: مجھ سے عادل تر کون ہے؟ اس سوء ادب کی بنا پر ایک مسلمان نے اس کو ہلاک کرنا چاہا، پیامبر اسلامؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے کچھ مرید ہوں گے اور اتنی عبادت کریں گے کہ تم لوگ اپنی عبادت کو کم حیثیت سمجھو گے لیکن اس قدر عبادت کرنے کے باوجود دین سے خارج ہو جائیں گے (۱) حرقوص ابن زہیر نہروان میں امام علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا (۲(

ذیل کی آیت حرقوص کی حرکت کی مذمت میں اور بعض منافقین کے لئے جو رسول اکرمؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے نازل ہوئی ہے۔

)ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون)(۳(

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے، اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے

منافقین کی سیاسی خصائص

منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں

موقع پرست ہونا

قرآن کی نظر کے مطابق منافقین کی سیاسی خصائص میں سے ایک موقع پرست ہونا ہے، ان کے لئے صرف اپنے منافع اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، نفاق کی طرف مائل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے، موقع پرستی کا آشکار و ظاہر مصداق کہ جس کے چند مورد کی قرآن نے تصریح کی ہے۔

غنائم کو حاصل کرنے اور میدان نبرد و جنگ سے فرار کرنے میں موقع پرستی کے ماہر تھے، جس وقت مسلمین کامیاب ہوتے تھے بلا فاصلہ خود کو مسلمانوں کی صف میں پہنچا دیتے تھے تا کہ جنگ کے غنائم سے بہرہ مند ہو سکیں اور جس وقت مسلمان شکست و ناکامی سے دوچار ہوتے تھے، فوراً اسلام کے دشمنوں سے کہتے تھے، کیا تم سے نہیں کہا تھا کہ اسلامی حکومت نام نہاد حکومت ہے، اور تم کامیاب ہوگے، ہمارا حصہ حوالہ کر دو، قرآن مجید منافقین کی موقع پرستی کو ان الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔

)الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم و نمنعکم من المؤمنین فاللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا)(۱(

اور یہ منافقین تمہارے حالات کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تمہیں خدا کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کفار کو کوئی حصہ مل جائے گا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے اور تمہیں مومنین سے بچا نہیں لیا تھا، تو اب خدا ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا کفار کیلئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا۔

موقع پرست اشخاص مشکلات و رنج میں ہمراہ نہیں ہوتے، لیکن فتح و ظفر کی علامت ظاہر ہوتے ہی ان کے چہرے نظر آنے لگتے ہیں اور اپنے سہم و حقوق کا مطالبہ ہونے لگتا ہے، ذیل کی آیت واضح طریقہ سے ان کی موقع پرستی کو بیان کر رہی ہے۔

)اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رأیتہم ینظرون الیک تدور اعینہم کالذی یغشی من الموت فاذا ذھب الخوف سلقوکم بألسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر)(۱(

یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انہیں مال غنیمت کی حرص ہوگی۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر بیسمیں بھی ان کے سخت، حساس، بحران زدہ لحظات سے فرار کو اچھے طرز سے بیان کیا گیا ہے۔

)یحسبون الاحزاب لم یذ ہبوا وان یات الاحزاب یودو لو انہم بادون فی الاعراب یسئلون عن انبائکم ولو کانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلا(
یہ لوگ ابھی تک اس خیال میں ہیں کے کفار کے لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر دوبارہ لشکر آجائیں تو یہ یہی چاہیں گے کہ کاش دہاتیوں کے ساتھ صحراؤں میں آباد ہوگئے ہوتے اور وہاں سے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے اور اگر تمہارے ساتھ ہوتے بھی تو بہت کم ہی جہاد کرتے۔
مذکورہ دونوں آیات (۲۰،۱۹ سورہ احزاب) سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین مسلمانوں کے حق میں فوق العادہ بخیل ہیں، اہل اسلام کیلئے کسی قسم کی ہمراہی کرنے کے لئے حاضر نہیں، کسی بھی قسم کی مالی، جانی، فکری مساعدت سے گریز کرتے ہوئے بالکل غیریت برتتے ہیں جب ایثار وشہادت کی بات آتی ہے تو خلاف عادت بزدلی کا شکار ہو جاتے ہیں، قلب ودل کھو بیٹھنے کا امکان رہتا ہے لیکن جب خطرات دور ہو جاتے ہیں تو مال غنیمت کے لئے میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ حالات کے نظارہ کرتے رہیں دوسرے الفاظ میں یوں کیا جائے کہ تالاب کے کنارہ بیٹھے رہتے رہیں اور حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور قدم اس وقت رکھتے ہیں جب مطمئن ہو جائیں کہ خطرہ ٹل چکا ہے، ان کا ہم وغم مال غنیمت کا حصول ہے (۱(
تاریخ سے نقل کیا جاتا ہے کہ پیامبر اکرمؐ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: خیبر کے غنائم ان اشخاص کے لئے ہیں جو حدیبیہ اور اس کے سخت شرائط میں شریک تھے چونکہ منافقین نے حدیبیہ میں شرکت نہیں کی تھی وہ جنگ خیبر میں اس فکر کے ساتھ کہ مال غنیمت زیادہ ملے گا شریک ہونا چاہتے تھے، پیامبرؐ اسلام نے اس فرمان کے ذریعہ، ان کی موقع پرستی کو بے آبرو کر کے رکھدیا، اگرچہ منافقین نے پیامبر عظیم الشانؐ ومسلمانوں پر نکتہ چینی واعتراضات کرتے ہوتے حسادت ورزی کے الزام لگائے ذیل کی آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے:
)سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا) (۱(
عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم مال غنیمت لینے کے لئے جانے لگوگے کہ اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چل چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو تبدیل کر دیں تو تم کہدو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکتے ہو، اللہ نے یہ بات پہلے سے طے کر دی ہے پھر یہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بات کو بہت کم سمجھ پاتے ہیں۔
اگر ہم اوّل اسلام سے اب تک کی تاریخ کو ملاحظہ کریں تو اس نکتہ کی طرف ضرور متوجہ ہونگے کہ مسلمانوں کو اب تک جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس کے اسباب وعلل، اہل اسلام کی صفوف میں موقع پرست افراد کی دراندازی کا نتیجہ ہے۔
بنی امیہ جس نے ایک ہزار سال، اسلامی مملکت پر حکومت کی اور اپنے ادوار حکومت میں شرم آور ترین افعال اور قبیح وزشت کارنامے کے مرتکب ہوئے اسلام میں موقع پرست اشخاص کے نفوذ کا نتیجہ تھا۔
ابوسفیان جس کے پاس فتح مکہ کے بعد اظہار اسلام کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا جس کے جسم وروح میں اسلام نام کی کوئی شی نہ تھی وہ موقع پرستی کی بنا پر حکومت کے عالی منصب میں نفوذ کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ عثمان کے زمانے میں بہت زیادہ ہی قدرت واقتدار کا حامل تھا، بلکہ اس سے قبل ہی شام کی حکومت اس کے فرزندوں کے ہاتھ میں تھی۔
بنی عباس کی بھی موقع پرستی، انقلاب کے تمام طرفدار حضرات کے لئے ایک عبرت کا مقام ہے، بنی عباس نے اہلبیت اطہارؑ کی محبوبیت وآل محمد علیہم السلام کی رضایت کے نام پر قیام کر کے لوگوں کو اپنے اطراف جمع کر لیا اور جب اپنے اس ہدف میں کامیاب ہوگئے تو اہلبیت اطہارؑ پر ویسے ہی مظالم کئے

جیسے بنی امیہ کرتے تھے تقریباً شیعوں کے نصف آئمہ کی تعداد، بنی امیہ اور نصف ائمہ، بنی عباس کے ذریعہ شہید کئے گئے۔

حضرت امام صادقؑ آغاز ہی سے اس موقع پرستی کی تحریک کو پہچانتے تھے جس وقت ابو مسلم نے آپ کے پاس خط لکھا کہ آپ تیار رہیے ہم خلافت آپ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں امام نے فرمایا:

))ماانت من رجالی ولاالزمان زمانی))(۱(

نہ تم میرے افراد میں سے ہو اور نہ ہی زمانہ میرا زمانہ ہے۔

جس وقت ابو سلمہ خلال، بنی عباس کے طرفدار نے اس مضمون کا خط امام کی لئے بھیجا آپ نے نامہ جلاتے ہوئے فرمایا:

))مالی ولأبی سلمۃ ہو شیعۃ لغیری))(۲(

مجھے ابو سلمہ سے کیا کام؟ وہ تو کسی اور کا تابع اور پیرو ہے۔

تاریخ معاصر میں بھی مشروطیت تحریک میں موقع پرستوں کے نفوذ کی بناپر تاریخ دردناک حوادث کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، مشروطیت تحریک اور قیام کو وجود میں لانے والے وحید خراسانی، شیخ فضل اللہ مازندرانی و شیخ فضل اللہ نوری جیسے عظیم و ممتاز علماء تھے یہ علماء تھے جو سخت و مشکل مراحل میں میدان میں حاضر اور تحریک کو کامیابی کی طرف لے جارہے تھے، جیسے ہی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے مغرب زدہ افراد، آزادی اور عدم استبداد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے موقع پر حاضر ہوگئے، علماء پر تہمت کی بارش کرتے ہوئے، مشروطیت کو اس کے صحیح راہ وروش سے منحرف کربیٹھے، اس وقت حالات یہ ہوگئے کہ، ماحصل مشروطہ، استبداد سے لبریز پہلوی کی پچاس سالہ حکومت تھی۔

شیخ فضل اللہ نوری جو مشروطہ کیہانی حضرات میں سے تھے، مشروطہ کی مخالفت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکادئے گئے اور شہادت کے بعد ان کے بدن و جسم سے وہ بے حرمتی کی گئی جسے قلم بیان کرنے سے قاصر ہے(۱(

آخوند خراسانی اور انجمن کے دیگر قائدین مخفیانہ شہید کردئے گئے موقع پرست تحریک کو اصل ہدف و مقصد سے موڑ کر اپنے منافع کی خاطر تحریک پر قابض ہوگئے۔

صنعت پٹرولیم کو ملی کرنے کی تحریک میں مرحوم آیت اللہ کاشانی مبارزے کے میدان میں وارد عمل ہوئے ہم عصر بزرگ فقہاء جیسے آیت اللہ محمد تقی خوانساری، آیت اللہ سید محمد روحانی، سے فتاویٰ حاصل کرکے، اس تحریک کے لۓ معاشرہ کے افراد کی حمایت کو منظم کیا، لیکن اس تحریک کی کامیابی کے بعد موقع پرست، تعصب قومی کے دلدادہ(مذہب وروحانیت کے مخالف) حاضر و آمادہ دستر خوان پر براجمان ہوگئے، شکریہ و سپاس گذاری کے بجائے نمک کھاکر، نمک حرامی کے مصادیق افعال انجام دینے لگے۔

آیت اللہ کاشانی کے محضر میں بدترین و بیہودہ ترین حرکات انجام دیتے تھے، آپ کو گوشہ نشینی پر مجبور کردیا گیا، شہید نواب صفوی اور آپ کے ہم رکاب جو اس تحریک کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کئے تھے، مصدّق کے مسند قدرت پر تکیہ دینے کے بعد زندان کے حوالہ کردئے گئے۔

آیت اللہ شہید مطہری قدس سرہ نے مختلف تحریکوں میں، موقع پرستوں کے نفوذ کے سلسلہ میں عمیق و کامل نکات کو عرض کیا ہے جس کو نقل کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

'ایک تحریک کے اندر، موقع پرست افراد کا نفوذ اور رخنہ اس تحریک کے لئے عظیم آفت و مصیبت ہے، تحریک کے ارکان و قائدین کا اہم فریضہ ہے کہ اس

قسم کے افراد کے نفوذ ورخنہ کے راستے کو مسدود کردیں، جو تحریک بھی اپنے اول مرحلہ کو طے کررہی ہوتی ہے اس کی مشکلات ودشواری وغیرہ صاحب ایمان اور اخلاص وفداکار افراد کے کاندھوں پر ہوتی ہے لیکن جیسے ہی اس تحریک کے ثمرہ دینے کا وقت آتا ہے یا اس کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں، گلستان تحریک کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں، موقع پرست افراد کے سروگردن دکھائی دینے شروع ہوجاتے ہیں، جیسے جیسے دشواری میں کمی آنے لگتی ہے اور ثمرے کے استفادہ کا وقت نزدیکتر ہوتا رہتا ہے موقع پرست وفرصت طلب پہلے سے کہیں زیادہ تحریک اور انجمن کے لئے سینہ چاک کرکے میدان عمل میں وارد ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ، تحریک کے سابقین، انقلابی، فداکار مومن اور دل سوز کو میدان سے بے دخل کرتے چلے جاتے ہیں، اس نوعیت کے اقدام اس طرح عام ہوچکے ہیں کہ مثل کے طور پر کہا جانے لگا ہے انقلاب فرزند خور ہے گویا انقلاب کی خاصیت یہ ہے کہ جیسے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوا اپنے فرزند (ممبران) کو ایک ایک کرکے ختم کردیتا ہے، لیکن انقلاب فرزند خور نہیں ہے بلکہ موقع پرست افراد کے رخنہ ونفوذ سے غفلت ورزی ہے جو حادثہ کو وجود میں لاتا ہے کہیں دور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مشروطیت تحریک کے انقلاب کو کون سے افراد نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا؟ کامیابی دلانے کے بعد کیسے کیسے چہرے منصب اور مقام پر قابض ہوئے اور سرانجام کیا ہوا؟ آزادی طلب مجاہدین، قومی سربراہ وقائدین ایک گوشہ میں ڈال دئے گئے فراموشی کے حوالہ کردئے گئے اور آخر کار گرسنگی وگمنامی کی حالت میں سپرد خاک کردئے گئے لیکن وہ فلان الدولہ وغیرہ۔۔۔ جو کل تک استبداد وڈکٹیر کے پرچم تلے انقلابی طاقتوں سے برسرپیکار تھے، نیز مشروطیت تحریک کے ممبران کی گردنوں میں پھانسی کی رسی ڈال رہے تھے، وہ صدارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوگئے سرانجام مشروطیت تحریک ڈکٹیرشپ میں تبدیل ہوکر رہ گئی۔

موقع پرستی کا منحوس اثر اسلام کی اول تاریخ میں بھی آشکار ہوا عثمان کے دور خلافت میں موقع پرست افراد نے صاحبان ایمان واسلام کے مقام ومقاصد کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، رسول کے ذریعہ مدینہ سے اخراج شدہ فرد وزیر بن گئے اور کعب الاحبار کردار والے اشخاص مشاور، ابوذرؓ وعمارؓ صفت والے یا تو شہر بدر کردئے گئے یا خلافت کے قدموں تلے روند ڈالے گئے۔

کیوں قرآن فتح مکہ کے قبل کے جہاد، وانفاق میں اور فتح مکہ کے بعد کے انفاق وجہاد میں فرق قرار دے رہا ہے، درحقیقت قرآن فتح مکہ کے قبل کے مومن ومنفق اور فتح مکہ کے بعد مومن منفق کے درمیان تفریق کا قائل ہے۔

)لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر)(۱ (

اور تم میں فتح مکہ سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس شخص کے جیسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جس نے فتح مکہ کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے پہلے جہاد کرنے والے کا درجہ بہت بلند ہے اگرچہ خدا نے سب سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور وہ تمہارے جملہ اعمال سے باخبر ہے۔

راز مطلب واضح ہے فتحؔ مکہ جو کچھ بھی تھا دشواری، مشکلات، مشقت کا تحمل ہی

تھا فتح مکہ سے قبل ایمان، انفاق وجہاد، اخلاص تر وبے شائبہ تر تھا موقع پرستی کی روح وفکر سے بعید تر تھا، برخلاف فتح مکہ کے بعد کے انفاق، ایمان وجہاد، ان میں اخلاص بی شایبہ نہ تھا۔

تحریک کو ایک اصلاح طلب فرد آغاز کرتا ہے موقع پرست نہیں، اسی طریقہ سے تحریک کے مقاصد کو ایک اصلاح طلب مومن آگے بڑھا سکتا ہے نہ موقع پرست کہ ہمیشہ اپنے منافع کے فکر وخیال میں رہتا ہے۔

بہر حال موقع پرست افراد کے نفوذ ورخنہ سے مبارزہ ومعرکہ آرائی ہی (فریب دینے والے ظواہر کے باوجود) ایک بنیادی شرط ہے تاکہ ایک تحریک اپنے

اصلی راستہ وہدف پر گام زن رہے (۲(

انقلاب اسلامی کے اصلی معمار حضرت امام خمینیؒ بھی اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے، نیز تاریخ ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیشہ موقع پرست اور سوءاستفادہ کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہئے، اور ان کو فرصت نہیں دینا چاہئے کہ کشتی انقلاب اور اس کے چھوٹے موٹے وسائل کی بھی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، آنے والی نسلوں کے لئے آپ کی وصیت و نصیحت یہ ہے کہ:

میں تمہارے درمیان میں رہوں یا نہ رہوں تم سب لوگوں کو وصیت کر رہا ہوں کہ موقع وفرصت نہ دینا کہ اسلامی انقلاب نااہل ونامحرم (غیر) افراد کے ہاتھوں میں چلا جائے (۱. (

امام خمینیؒ مشروطہ تحریک سے عبرت گیری کی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر علما، ملت، خطبا، دانشور، روشنفکر، صحافی اور متعہد حضرات سستی کریں اور مشروطہ کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کریں تو انقلاب انہیں حالات سے دوچار ہوگا جس سے مشروطہ تحریک دوچار ہوئی تھی (۲(

صاحبان غیرت دینی کی تحقیر

ادوار تاریخ میں انبیاء کے دشمنوں کی سیاسی رفتار کی ایک خصوصیت، متدین غیرت دار افراد کی تحقیر ہے حضرت نوح کے دشمن نوح کی پیروی کرنے والے افراد کو پست، حقیر، و کوتاہ فکر سمجھتے تھے۔

)ومانریک اتبعک الاالذین ہم اراذلنا بادی الرای)(۱(

اور تمہارے اتباع کرنے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے پست طبقہ کے سادہ لوح افراد ہیں۔

حضرت نوحؑ کے دشمن آپ کی پیروی نہ کرنے کی توجیہ وتاویل کرتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے تھے کہ آپ کے پیروی کرنے والے پست انسان ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہماہنگ معاشرت نہیں کر سکتے۔

)قالوا أنؤمن واتبعک الارذلون)(۲(

ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لے آئیں جب کہ آپ کے سارے پیروکار پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیامبر اسلام کی تاریخ میں بھی اسی قسم کے واقعات ہمیں دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں قریش کے بزرگان اپنے جاہل افکار کی بنا پر مستضعف مومنین کے پہلو میں بیٹھنے کو اپنے لئے ننگ وعار سمجھتے تھے، پیامبرؐ اسلام کو پیشکش کی کہ آپ ان افراد کو اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپ سے مل بیٹھیں گے اور آپ سے استفادہ کریں گے، کفار قریش کی اس پیشکش کے بعد ذیل کی آیت نازل ہوئی اور پیامبرؐ اسلام کو حکم دیا گیا کہ بطور قاطع کافروں کی پیشکش کو ٹھکرا دیں۔

)واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً)(۱(

اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کے مرضی کے طلبکار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے نہ پھر جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلبگار بن جاؤ اور ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے۔

تحقیر اور سفاہت کی تہمت انبیاء حضرات کے ماننے والوں تک محدود نہیں

بلکہ خود انبیاء حضرات بھی دشمنوں کی طرف سے سفاہت کی تہمت کے شکار ہوتے تھے، قوم عاد صرحتاً اور تاکید کے ساتھ حضرت ہودؑ کو سفیہ کہتی تھی۔

)قال الملاء الذین کفروا من قومہ انا لنراک فی سفاہۃ)(۲(

قوم میں سے کفر اختیار کرنے والے رؤسا نے کہا کہ ہم تم کو حماقت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔

انبیاء و صاحبان ایمان کے دشمنوں میں سے بعض دشمن منافق ہیں جو دونوں روش کا استعمال کرتے ہیں، رسولؐ اسلام کی بھی تحقیر کرتے ہیں اور مومنین کی بھی، منافقین پیغمبر اکرم کو سادہ لوح اور خوش خیال (زود باور) کہتے تھے اور مومنین کو سفہاء میں شمار کرتے تھے (۱(

)واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما امن السفہاء الا انہم ہم السفہاء ولکن لا یعلمون)(۲(

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان اختیار کریں؟ حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انہیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے۔

لیکن چونکہ منافقین، دین و ایمان کا اظہار کرتے تھے لہذا پیغمبر اکرم کی نبوت میں زیادہ اعتراضات و تکذیب کی جرأت نہیں رکھتے تھے بلکہ حضرت کی رفتار و گفتار اور اخلاقی خصائص میں عیبجوئیکیا کرتے تھے، اسی طریقہ سے مومنین کی تحقیر و توہین میں ان کی دینی و سیاسی کارکردگی کو مورد تنقید قرار دیتے تھے، تاکہ اس تنقید کے ذریعہ ان کے اصل ایمان کا مضحکو تمسخر کیا جاسکے۔

وہ افراد جو جنگ کے سلسلہ میں زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے، ان کی تحقیر کی نوعیت کچھ اور تھی اور وہ افراد جو اپنی بے بضاعتی کی بنا پر کم خدمات انجام دیتے تھے ان کی دوسرے طریقہ سے توہین کرتے تھے۔

)الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدہم فیسخرون منہم سخر اللہ منہم ولہم عذاب الیم)(۱(

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مزاق اڑاتے ہیں، خدا ان کا بھی مزاق بنادے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے۔

صاحبان ایمان کی تحقیر و توہین کرنے میں منافقین کا اساسی ہدف یہ ہے کہ ان کی دینی غیرت و حیا کو سست کرتے ہوئے دینی فرائض کے انجام دینے کی حساسیت و اشتیاق کو مومنین سے سلب کر لیا جائے، یہ بات سب کے لئے آشکار ہے کہ جب تک مسلمانوں میں بے لوث دینداری کے جذبات، موجزن رہیں گے اسلامی اقدار کی توہین کیس مقابلہ میں عکس العمل کا اظہار کرتے رہیں گے، لہذا منافقین اپنے اصلی ہدف و مقصد میں، جو کہ دین کی حاکمیت کو پامال کرنا ہے، کامیاب نہیں ہو سکتے منافقین، مومنین اور ان کے دینداری کے مظاہر کی تحقیر و توہین کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ دین و مذہب کی حساسیت کو ختم یا کم کردیں، دین و اسلامی اقدار کو فردی و شخصی رفتار کے دائرہ میں محدود کردیں تاکہ اس طریقۂ وزاویہ سے اسلامی حکومت کو تسخیر اور دین کے چہرہ کو مسخ کر سکیں۔

اسی بنیاد پر منافقین اغیار و بیگانہ سے روابط رکھے ہوئے ہیں اور دوستانہ سلوک کرتے ہیں، لیکن اپنوں اور مومنین سے غضب ناک ظلم و بربریت کا سلوک کرتے ہیں بالکل ان صفات کے مخالف ہیں جسے خداوند متعال مومنین کے لئے ترسیم کر رہا ہے، خدا مومنین کے لئے (رحماء بینہم واشداء علی الکفار) تعریف کر رہا ہے لیکن منافقین مومنین کی بہ نسبت اشداء، اغیار کی بہ نسبت رحماء ہیں (۱ (

وحدت اور ہمبستگی

منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت واسلام پر ضرب لگانے کے لئے منظم وایک دوسرے سے مرتبط ہیں وہ لوگ اسلام کو آسیب پزیر بنانے کے لئے اور دینی حاکمیت کو ضعیف کرنے کیلئے اپنے داخلی اختلافات سے ہاتھ روک رکھے ہیں اور اسلام کے مقابلہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔

)المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض)(۲(

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے ہیں۔

اس وحدت و یکجہتی کی آبیاری کے لئے سازشی مرکز بناتے ہیں اور اسلام کے خلاف کارکردگی کیلئے مخفی جلسات بھی تشکیل دیتے ہیں، ہر زمانہ کے سازشی مراکز اس عصر و زمان کے تناسب سے ہوتا ہے، اس کا ایک نمونہ مسجد ضرار کی تعمیر ہے، کہ اس قضیہ کو بیان کیا جا چکا ہے، وہ لوگ چاہتے تھے کے مسجد کے ذریعہ مومنین کے درمیان تفرقہ کی ایجاد، اور دشمن کے لئے جاسوسی کریں اور مسلمین پر ضربہ وارد کرنے، نیز کفر کی ترویج کے لئے استفادہ کریں کہ رسوا و ذلیل کر دئے گئے، اس واقعہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین اپنے منظم پروگرام کے تحت دین کے خلاف ہر وسیلہ سے استفادہ کرتے ہیں، جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہاں دین سے سوء استفادہ کرتے ہوئے حقیقی دین ہی کے خلاف استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ ان کی خواہش تھی کہ مسجد بنا کر، اس کے ذریعہ پیامبر اسلامؐ سے جنگ کے لئے استعمال کریں، مختلف جلسات کی تشکیل و تنظیم، تا کہ اسلام کے خلاف پروگرام مرتب کیا جائے ان کی تشکیلاتی افعال میں سے ہے۔

قرآن باصراحت اعلان کر رہا ہے کہ منافقین روز میں پیامبرؐ گرامی کی سخن و گفتگو سماعت کرتے تھے، لیکن شب میں سازشی جلسہ کی تشکیل کر کے پیامبر گرامیؐ کے رہنمود و گفتگو کے مقابلہ کی راہیں تلاش کرتے تھے۔

)ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منہم غیر الذی تقول واللہ یکتب ما یبیتون)(۱(

یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیر کرتا ہے اور خدا ان کی باتوں کو لکھ رہا ہے۔

وہ جلسہ جو جنگ تبوک کے سلسلہ میں سویلم یہودی کے گھر میں تشکیل پایا تھا تا کہ لوگوں کو جنگ تبوک سے روکنے کے لئے راہ و روش کو پیدا کیا جا سکے، ان ہزاروں سازشی جلسے و پروگرام میں سے ایک ہے جسے منافقین انجام دیتے تھے (۱(

منافقین کے سیاسی افعال و اطوار میں سے، ایک یہ ہے کہ متحد ہو کر جلسات کو تشکیل دیتے ہیں، دقیق و منظم پروگرام مرتب کرتے ہیں تا کہ اسلام سے مقابلہ کر سکیں۔

منافقین سے مقابلہ کرنے کے لئے، یکجہتی واتحاد اور پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت ہے یکجہتی ایسی ہو جس کا ہدف و مقصد فرائض کی انجام دہی اور سازش سے مقابلہ کرنا ہو، یکجہتی کے اہداف اسلامی معاشرے میں وحدت واتحاد کے لئے میدان ہموار کرنا ہو، تا کہ دشمنوں کی سازش کو ناکام بنایا جا سکے، نہ کہ یکجہتی خود جدید اور ماڈرن بتوں میں تبدیل ہو جائے اور تفرقہ و اختلاف کے عوامل بن جائے (۲(

اختلاف سلائق، کثرت آراء، اسلامی شائستگی و اقدار کے دائرے میں ہی رشد و نمو پاتی ہیں لیکن اگر خود پرستی، اہانت نمائی، آبروریزی و تہمت زنی

وغیرہ۔۔۔خدا محوری، شرح صدر، تحمل وو بردباری کی جگہیں لے لیں، تو صرف دشمن ہی اس سے فایدہ اٹھائیں گے جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ نا قابل تلافی نقصان اور ضرر سے دوچار ہوگا، جیسے اختلاف وتشتت اور پراکندگی نیز اسلام کی حاکمیت کی تضعیف وغیرہ..... کہ دشمنان اسلام کی دیرینہ و بنیادی آرزو بھی یہی ہے۔

حضرت علیؑ نے شہر انبار (عراق) میں معاویہ کے جاسوس وکار گزار کی دخالت اور تجاوز، اور افراد کے تجاوز کو رفع ودفع کرنے کے سلسلہ میں سستی برتنے کی بنا پر فرمایا :

))فیا عجباواللہ یمیت القلب ویجلب الہم من اجتماع ھولاء القوم علیٰ باطلھم وتفرّقکم عن حقکم))(۱(

کس قدر حیرت انگیز وتعجب خیز صورت حال ہے خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنادینے والی ہے اور ہم وغم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحد ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں۔

اس نکتہ کی یاد آوری بھی ضروری ہے کہ منافقین کا اتحاد ووحدت وقتی اور مخصوص زمانہ کے لئے ہوتا ہے صرف اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لئے ہے، لیکن جب اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے یا صرف یہ کہ ابھی کامیابی کی خفیف علامت ہی سامنے آئی، تفرقہ وجدائی میں گرفتار ہونے لگتے ہیں اس لئے کہ ان کے اتحاد کا محور ومرکز باطل ہے اور ایسی وحدت کبھی بھی پائدار نہیں رہ سکتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باطل ہمیشہ کمزور وناپائدار ہے، باقی رہنے والی شی صرف حق ہے اور بس۔

فتنہ پروری

منافقین کی سیاسی رفتار کی وہ خصوصیت جسے قرآن باصراحت بیان کررہا ہے فتنہ پروری ہے منافقین اسلامی معاشرہ میں فتنہ وآشوب برپا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس وسیلہ سے اپنے شوم ونحس مقاصد تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

کلمۂ فتنہ کے لئے چند معانی ذکر کئے گئے ہیں لیکن آیات میں منافقین کی توصیف کرتے ہوئے جو قرائن استعمال کئے گئے ہیں، اس پر توجہ کرتے ہوئے، دو معانی منافقین کی فتنہ گری کے مفہوم کو بیان کرنے والے ہو سکتے ہیں(۱ (

پہلا احتمال: یہ ہے کہ منافقین کی فتنہ پروری کا ہدف اسلامی معاشرہ میں اختلاف کی ایجاد اور مسلمانوں کے اندر فتنے وافتراق کا پیدا کرنا ہے۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ ان کی فتنہ گری کا مقصد شرک وبی ایمانی کی ترویج کرنا ہے، ذیل کی آیت میں فتنہ بہ معنی شرک کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

)وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃویکون الدین کلہ للہ)(۱(

اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔

یہ آیت دومرتبہ قرآن میں نازل ہوئی ہے فتنہ ان آیات میں شرک کے معنی میں استعمال ہوا ہے، صاحب ایمان حضرات کو حکم دیا گیا ہے کہ جہان میں شرک وبت پرستی کے ریشہ کنی تک مبارزہ وجنگ کرتے رہیں۔

اکثر مفسرین حضرات منافقین کے لئے فتنہ گری کے معانی میں پہلے احتمال کو قبول کرتے ہیں اور فتنہ گری کے معانی کو (تفریق کلمہ) مسلمین کے درمیان تشتت وافتراق کو سمجھتے ہیں لیکن میری نظر میں دونوں احتمال کو جمع کیا جاسکتا ہے، اس بیان کے ذریعہ کہ، منافقین ایجاد اختلاف کے ذریعہ مسلمین کی وحدت اور اسلامی حاکمیت کو تضعیف وسرنگوں کرتے ہوئے، شرک کے حامی اور طاغوتی حکومت کے خواستگار ہیں اس لئے کہ اسلام نیز حق کی حاکمیت ختم

ہو جانے کے بعد طاغوت و باطل کے سواء رہ ہی کیا جاتا ہے۔

)فماذا بعد الحق الّا الضلال)(۱(

حق کے بعد، گمراہی کے علاوہ کیا رہ گیا۔

بہر حال طول تاریخ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے دشمنوں نیز استعمار گروں کا شیوۂ کار یہ رہا ہے کہ ،اختلاف ڈالواور حکومت کرو، جن لوگوں نے اس شیوہ وطرز کا استعمال کیا ہے ان میں سے ایک ،فرعون بھی ہے۔

)ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعا)(۲(

فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہل زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔

منافقین بھی اس شیوہ،اختلاف ڈالواور حکومت کرو کا استعمال کر کے فائدہ حاصل کرتے تھے،ہمیشہ اختلاف ایجاد کرنے کی فکر میں رہتے تھے تاکہ دوبارہ کفر کی حاکمیت کو واپس لے آئیں۔

)لو خرجوا فیکم مازادوکم الا خبالا ولأوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ وفیکم سمّاعون لہم واللہ علیم بالظالمین)(۱(

اگر یہ تمہارے درمیان نکل پڑتے تو تمہاری وحشت میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے دوڑاتے اور تم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے بھی تھے،اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے۔

مذکورہ کی آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جہاد کی صف میں منافقین کا وجود، تفرقہ وتردید اور قلوب کو ضعیف کرنے کا سبب ہے،یہ اپنے سریع حضور وشدید ہنگامہ آرائی کی بنا پر ان مسلمانوں کو جو عمیق فکر نہیں رکھتے تھے اور منافق کے خطرات کو درک کرنے سے قاصر تھے فوراً تحت تاثیر قرار دیتے تھے،تاکہ لشکر کے افراد میں تفرقہ ایجاد کرسکیں۔

مسجد ضرار کے بنانے میں بھی،ہنگامہ،فتنہ گری،مومنین کے درمیان ایجاد تفرقہ اور کفر کی ترویج جیسے امور ان کے اہداف ومقاصد تھے(۲(

خداوندعالم سورہ توبہ کی آیت نمبر اڑتالیس جو منافقین کی جنگ تبوک میں فتنہ انگیزی کے صورت حال کو بیان کرتی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنہ انگیزی منافقین کی دائمی رفتار ہے اور اس میدان میں سبقت رکھتے ہیں منافقین جنگ احزاب(خندق) میں بھی تفرقہ ایجاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن کامیاب نہیں ہوسکے۔

)لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور حتی جاء الحق وظہر امر اللہ وہم کارہون)(۱(

بے شک انہوں نے اس سے قبل بھی فتنہ کی کوشش کی تھی اور تمہارے امور کو الٹ پلٹ دینا چاہتے تھے یہاں تک کہ حق آگیا اور امر خدا واضح ہوگیا اگر چہ یہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے۔

تاریخ میں وافر شواہد موجود ہیں کہ منافقین،مومنین میں ایجاد اختلاف اور وحدت کلمہ کو نیست ونابود کرنے کے لئے بہت زیادہ سعی وکوشش کیا کرتے تھے صرف دو مورد کو بیان کیا جارہا ہے:

۱۔جنگ احد میں عبد اللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا، تین سو افراد کو لے کر رسول اعظمؐ کے لشکر سے جدا ہو کر، مدینہ پلٹنے کا ارادہ کرلیا، بعض اشخاص نے جیسے عبد اللہ جابر انصاری کے والد جو خزرج قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے کافی نصیحتیں کیں لیکن فائدہ بخش نہ رہی، عبد اللہ ابن ابی

رسولؐ اسلام کی صفوں سے جدا ہونے کا بہانہ یہ کر رہا تھا کہ ہم جن افراد کی قدر و قیمت کے قائل نہیں، پیامبرؐ اسلام نے ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے احد کی طرف حرکت کی ہے، عبداللہ ابن ابی اپنے ان الفاظ و حرکات سے چاہتا تھا کہ قبیلہ کے سرداروں کو بھڑکائے اور احد میں شریک ہونے سے منع کر سکے لیکن کامیاب نہ ہو سکا(۱(

۲۔ مہاجرین میں سے ایک شخص بنام'' جہجاۃ'' اور ایک فرد انصار بنام ''سنان'' کا کنویں سے پانی لینے کے موقع پر اختلاف ہو گیا شخص مہاجر کے انصار کے منھ پر طماچہ مار دینے کی وجہ سے، رسم جاہلیت کی بنا پر دونوں طرف کے افراد اپنے اپنے قبیلہ و گروہ کی نصرت کے لئے ننگی تلواریں لے کر میدان میں اتر آئے، قریب تھا کہ طرفین میں شدید جنگ شروع ہو جائے لیکن رسولؐ اسلام کی مداخلت سے ایسا نہ ہو سکا آپ نے فرمایا: اس طرح سے لڑنا اور مدد کا مانگنا شرم اور نفرت انگیز ہے منافق جماعت چاہتی تھی کہ اس موقعیت سے فائدہ اٹھائیں اور طرفین میں قبیلہ کے تعصب کو بھڑکائیں اور فتنہ ایجاد کریں لیکن مرسلؐ اعظم کی دخالت سے یہ سازش بھی ناکام رہی(۲(

اس طرز کے مشابہ حوادث اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ دشمن ہمیشہ چاہتا یہ ہے کہ فضا کو کینہ عداوت اور اختلاف سے آلودہ کئے رہے تاکہ دوبارہ جاہلیت کے رسم و رواج کو حاکمیت بخش سکے، یہ رفتار و شیوہ فقط کل کے منافقین کا نہیں تھا بلکہ آج اور آئندہ کے منافقین کا بھی ایسا ہی طرز عمل رہے گا۔

حضرت امام علیؑ افتراق کے نقصانات، منافقین کی فتنہ گری کے خطرات کار گر ہونے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

))وایم اللہ ما اختلفت امۃ قط بعد نبیہا الا ظہر اہل باطلہا علی اہل حقہا الا ما شاء اللہ))(۱(

خدا کی قسم ہر امت ان کے پیامبر کے بعد اختلاف سے دوچار ہوئی ہے اور اہل باطل حق پر قابض ہو گئے ہیں مگر وہاں جہاں خدا نے نہیں چاہا ہے۔

اہل حق کا آپس میں اختلاف و تفرقہ پیدا کرنے کا نتیجہ و ثمرہ، اہل باطل کا ابھرنا اور ان کے اقتدار و قبضہ کا وسیع ہونا ہے لہذا اسی دلیل کی بنا پر منافق جماعت شدت سے کوشش کرتی ہے کہ اہل حق کے درمیان اختلاف اور دودلی ایجاد کر دیں تاکہ اس کے ثمرہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے دوران حکومت، معاویہ اور اس کے اہل کار امام کے لشکر اور افراد میں فتنہ برپا کرنے اور اختلاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے اور جب آپ کے افراد اختلاف و تفرقہ کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے، باوجودیکہ ان کا رہبر و قائد (امام علیؑ) جیسا بہترین فرد زمان و مکان تھا لیکنمنافق جماعت اپنے ہدف میں کامیاب ہو گئی اور روز بروز امام علیؑ کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کرنے لگی تھی۔

جب امام علیؑ کو یمن پر بسر بن ابی ارطاۃ کے مسلط ہونے، نیز اس کے ہولناک مظالم کی خبر پائی کوفہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: خدا کی قسم میں جانتا تھا کہ تمہاری رفتار و اطوار اور آپسی اختلاف و تفرقہ کی بناء پر ایسا دن ضرور آئے گا۔

)انی واللہ لأ ظن ان ہولاء القوم سیدالون منکم باجتماعہم علی باطلہم و تفرقکم عن حقکم)(۱(

خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم پر مسلط و قابض ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد

قرآن میں منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت میں سے ایک نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے، متزلزل و مضطرب ماحول سازی، ناامن فضا کی جلوہ نمائی، غلط اور جھوٹ افواہ کی نشر و اشاعت، معاشرے میں بے بنیاد و مختلف تہمتوں کا وجود، معاشرہ میں ایک نفسیاتی جنگ کے عناصر ہیں وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے

ہیں کہ نفسیاتی جنگ کے ذریعہ معاشرے کو اضطراب کی طرف لیجاتے ہوئے عمومی حوصلہ کو ضعیف کر دیں اور مایوسی وناامیدی کا شکار بنادیں، تاکہ مومنین وقت پر صحیح اور ضروری اقدام کی صلاحیت کھو بیٹھیں، اور بر محل مناسب حرکت کی قدرت بھی نہ رکھ سکیں۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو حالت تردید کا مریض بنادیں، تاکہ وہ ملک کی اطلاعات واخبار کے سلسلہ میں مشکوک ہو جائے، اسلامی نظام کے ارکان اور کارگذاران نیز ممتاز شخصیت پر سے اعتماد سلب ہو جائے، جس کا ثمرہ معاشرے میں اختلاف و تفرقہ اور اسلامی حکومت کی تضعیف ہے منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کے لئے مختلف طریقہ کار و طرز عمل سے استفادہ کرتے ہیں۔

نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل

۱۔ دشمن کے عظیم اور بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا:

نفسیاتی جنگ کے سلسلہ میں ان کے وسایل میں سے ایک، دشمن کے عظیم و بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا، اور مسلمانوں کی قوتوں کو پست و تحقیر کرنا ہے ، وہ دشمن کے افراد اور وسائل کو شمار کرتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کو بہت معمولی اور حقیر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مومنین کے دلوں میں خوف ورعب ڈال دیں تاکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں۔

)واذ قالت طائفۃ منہم یااہل یثرب لا مقام لکم فارجعوا)(۱ (

اور جب ان کے ایک گروہ نے کہدیا کہ مدینہ والو اب یہاں ٹھکانہ نہیں ہے لہذا واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔

منافقین دشمنوں کی کامیابی کو عظیم تصور کرتے ہیں، اور مومنین کی فتح وکامیابی کو حقیر سمجھتے ہیں، مشرکین کی مفتضحانہ شکست کو ناچیز اور لشکر اسلام پر وارد شدہ نقصان کو خوف ناک انداز سے بیان کرتے ہیں، کبھی بے محل کامیابی کی خبر سنا کر مومنین کو غرور کا شکار بنادیتے ہیں اور کبھی بے وقت شکست و خطرات کی اطلاع دے کر مومنین کو رعب و وحشت سے دوچار کر دیتے ہیں(۱ (

)واذا جاء ہم أمر من الأمن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم)(۲(

جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو فوراً نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر رسول اور صاحبان امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے۔

مذکورہ آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ واصل شدہ خبریں، باوجودیکہ اس کی صحت و درستگی پر مطمئن ہی ہوں منتشر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کے نتائج و اثرات کی تحقیق کرتے ہوئے نیز ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنے کے بعد اسے نشر کرنا چاہئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ انسان کے علم میں جو کچھ بھی ہے وہ بیان کر دے۔

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں:

))لا تقل کل ما تعلم فان اللہ فرض علیٰ جوارحک کلہا فرائض تحتج بہا علیک یوم القیامۃ))(۱(

ہر وہ بات جسے تم جانتے ہو اسے مت بیان کرو اس لئے کہ اللہ نے ہر عضو بدن کے کچھ فرائض قرار دئے ہیں اور ان ہی کے ذریعہ حجت قائم کی جائے گی۔

مضمون حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بعض گفتگو و سخن کا اظہار مومنین یا اسلامی نظام کے اسرار کو افشا کرنے کے مترادف ہے یا فساد و فتنہ کا باعث ہے لہذا ایسی گفتگو کرنے والا کہ جس سے ایسے اثرات مرتب ہوں عدل الٰہی کے محضر میں جوابدہ ہوگا لہذا کوئی بھی کلام و گفتگو زبان پر لانے سے

قبل اس کے عواقب و نتائج کے بارے میں بھی غور و فکر کرنی چاہئے، ہر بات چاہے کتنی ہی سچ کیوں نہ ہو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲: مشتبہ خبروں کی ایجاد و تشہیر:

نفسیاتی جنگ کا دوسرا وسیلہ مشتبہ خبروں کی ایجاد اور معاشرے میں وسیع پیمانہ پر تشہیر کرنا ہے، افواہ پھیلانے والوں کا مقصد افراد پر اثر انداز ہونا ہے خواہ تھوڑے ہی عرصہ کیلئے ہو، مشتبہ خبروں کو شائع کرنا منافقین کا طرز عمل تھا اور ہے، یہ رسول اسلام کے زمانے میں بحرانی حالات میں رونما ہوتے تھے اضطراب اور افواہ کو پھیلا کر اسلامی معاشرے کو مضطرب کیا کرتے تھے، یہ شیطانی حرکات جنگ کے زمانے میں زیادہ عروج پر پہونچ جاتی تھیں، دشمن کے وسائل اور تعداد کا مبالغہ آمیز بیان یا پیامبر اسلام کے قتل کر دئے جانے یا اسیر ہو جانے کی خبر، افواہ کے اصل محور ہوا کرتے تھے۔

جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کچھ زیادہ مناسب نہیں تھی اس لئے کہ اسلام کے تمام مخالف گروہ پیامبر اسلام کی حکومت کو صفحۂ ہستی سے محو کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اس موقع پر منافقین افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی روحی حالت کو زیادہ سے زیادہ کمزور کر رہے تھے۔

خداوند عالم ذیل کی آیت میں منافقین کی حرکات کو برملا کرتے ہوئے تہدید کر رہا ہے کہ اگر اس بدرفتاری سے دست بردار نہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایسا کیا جائے گا کہ یہ مدینہ میں رہ ہی نہیں سکتے ہیں۔

)لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا)(۱(

پھر اگر یہ منافقین اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہ پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے بعض نہ آئے تو ہم آپ ہی کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تو یہ آپ کے ساتھ میں چند ہی دن رہ پائیں گے۔

سماج اور معاشرے میں مشتبہ خبروں کے رائج ہونے سے روکنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ:

الف: اشخاص و افراد ان اخبار یا افواہ کو سننے کے بعد، جن کے صحیح ہونے میں شک و شبہ رکھتے ہیں اس کی تشہیر سے پرہیز کریں، افواہ کی تکرار و تشہیر دشمن کی ایک طرح سے مدد ہے اس لئے کہ وہ اس طرح سے اپنے شوم ارادہ اور مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اکثر مواقع پر اسلامی معاشرہ اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت امام صادق نے انسان کو ہر سماعت کردہ خبر نقل کرنے سے منع فرمایا ہے

))کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع))(۱(

کسی انسان کے کاذب ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو سماعت کرے زبان پر بھی لے آئے۔ ب: حقایق کو کشف کرنے، باطل کو حق سے جدا کرنے اور مشتبہ خبر کو الگ کرنے کے لئے قابل اطمینان منبع کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ وہ ابہام کو آشکار کر دیں اور دشمن اپنے شوم و منحوس مقاصد یعنی مسلمانوں کی روحی وضعیت کو ضعیف کرنے یا مسلمانوں کے ایک دوسرے بالخصوص کارگذاران سے اعتماد کو سلب کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

۳: افتراپردازی و الزام تراشی:

تیسرا ذریعہ جو منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کیلئے استعمال کرتے ہیں افتراء پردازی و الزام تراشی ہے، منافقین کی سیاسی رفتار کے خصائص میں سے ایک خصوصیت نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے تاکہ اسلامی معاشرے کی حرمت و آبرو اور امنیت کو خطرہ میں ڈال سکیں۔

اسلامی فرہنگ (کلچر) میں اشخاص کی آبرو، عزت، جان واموال قابل احترام ہیں کوئی کسی ایک پر بھی تعرض کا حق نہیں رکھتا، اسی وجہ سے قانون معاشرت، حدود وقصاص مرتب کئے گے ہیں تاکہ معاشرے کی امنیت مختلف زاویہ سے قائم رہے، ان تینوں یعنی جان، اموال اور آبرو میں سے حرمت وآبرو کا خاص مقام ہے پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں :

))ان اللہ حرّم من المسلم دمہ و عرضہ وان یظن بہ ظن السوء))(ا(

خداوند عالم مومن کی جان وآبرو کو محترم سمجھتاہے، مومن کے سلسلہ میں سوء ظن حرام ہے

اسلام کی نگاہ میں آبرو، حرمت کا تحفظ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ زنا ولواط کے الزام لگانے کو اگر ثابت نہ کرسکے تو اسی کوڑے مارنے کا حکم ہے اسی طریقہ سے غیر جنسی الزام لگانے پر حاکم شرع سزا دے سکتاہے، انبیاء حضرات کے مخالفوں کا دائمی شیوۂ کار، پاکیزہ ہستیوں پر الزام وافتراء پردازی رہی ہے خصوصاً جنسی بہتان تراشی، یہاں تک کے حضرت موسیؑ اور بعض پیامبران پر بھی یہ تہمت لگائی گئی۔

نقل کیا جاتاہے کہ قارون صرف اس لئے کہ زکاۃ کے قانون کو قبول نہ کرے اور فقرا وغربا کے حقوق ادانہ کرے، ایک سازش رچی، ایک بدکردار عورت کو حکم دیا کہ مجمع میں اٹھ کھڑی ہواور حضرت موسیؑ پر نامشروع روابط کا الزام لگائے، خدا کے لطف کی بناپر صرف یہی نہیں کہ قارون کی سازش ناکام رہی بلکہ اس عورت نے حضرت موسیؑ کی پاکیزگی کا اعلان کرتے ہوئے قارون کی سازش کا بھی اعلان کردیا۔

خداوند متعال اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت کررہاہے کہ تم لوگ قارون جیسی صفت کے حامل نہ ہونا۔

)یاایہاالذین آمنوالا تکونواکالذین آذواموسی فبرأہ اللہ مما قالواوکان عنداللہ وجیہاً)(ا(

ایمان والو! خبردار ان کے جیسے نہ بن جاؤ جنھوں نے موسی کو اذیت دی تو خدانے موسیٰ کو ان کے قول سے بری ثابت کردیا اور وہ اللہ کے نزدیک ایک وجیہ انسان تھے

حضرت یوسفؑ پر تہمت لگائی گئی کہ وہ زنا کاارادہ کررہے تھے، حضرت داودؑ پر الزام لگایا گیا کہ وہ ایک سپاہی کی بیوی سے شادی کرناچاہتے تھے لہذا اس کے شوہر کو محاذ جنگ پر بھیج کر قتل کرادیا، تاکہ اسکی بیوی سے شادی کرسکیں حضرت مریم عذرا سلام اللہ علیہا پر نامشروع روابط کی بہتان تراشی کی گئی۔

قرآن کریم کی آیتوں سے استفادہ ہوتاہے کہ منافقین بھی اسلامی معاشرہ کے پاک طینت افراد کو اپنی پلید فکر کا نشانہ بناتے رہے ہیں، افک کا واقعہ اسی طرز عمل کا ایک نمونہ ہے آیت افک کی شان نزول اور اصل واقعہ کو دو طریقہ سے بیان کیا گیاہے۔

لیکن جو طرفین سے مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ایک پاک دامن خاتون منافقین کی طرف سے مورد اتہام قرار دی گئی تھی، اسلامی معاشرے کے افراد اس کی عزت وآبرو کا دفاع کرنے کے بجائے اس افواہ کو وسعت دے رہے تھے خداوند عالم سورہ نور کی گیارہویں آیت سے لے کر سترہویں آیت تک کے ضمن میں منافقین کی رفتار کی سرزنش اور مسلمانوں کے ردعمل کی توبیخ کرتے ہوئے، اس قسم کی افواہ وافتراء پردازی سے مبارزہ کرنے کے صحیح اصول وشیوہ کو بتارہاہے، آیات کا ترجمہ پیش کیا جارہاہے :

بے شک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا۔ تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتناہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایاہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیاہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے، آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کو سنا تھا تو مومنین ومومنات اپنے بارے میں خیر کا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے، پھر ایسا کیوں نہ ہوا پھر یہ چار گواہ بھی لے

آتے اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ اللہ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں اور خدا کا فضل دنیا و آخرت میں اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جو چرچا تم نے کیا تھا اس سے تمہیں بڑا عذاب گرفت میں لے لیتا، جب تم اپنی زبان سے چرچا کر رہے تھے اور اپنے منھ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اسے بہت معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور کیوں نہ ایسا ہوا جب تم لوگوں نے اس بات کو سنا تھا تو کہتے کہ ہمیں ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدایا! تو پاک و بے نیاز ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم صاحب ایمان ہو تو اب ایسی حرکت دوبارہ ہرگز نہ کرنا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے خلاف معاویہ کی پروپیگنڈا مشیزی بہت زیادہ فعّال تھی، موقع بہ موقع، بہتان تراشی و افتراپردازی سے کام لیتی رہتی تھی، معاویہ کے افترا و الزام میں سے ایک عثمان کے قتل میں آپ کی شرکت کا پروپیگنڈا تھا، جب کہ آپ کی ذات ایسی حرکات سے مبرا تھی، آپ کا تارک الصلاۃ ہونا ایک دوسری تہمت تھی جو معاویہ نے پورے شام میں تشہیر کرا رکھی تھی۔

ہاشم بن عتبہ کا بیان ہے کہ معاویہ کے لشکر میں ایک جوان کو دیکھا جو بہت جوش و لولہ سے لڑ رہا تھا اس سے اس جوش و خروش کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور عثمان کا قاتل ہے (۱(

امیر المومنین حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر مسجد میں ضربت لگنے اور اس کے ذریعہ سے آپ کے شہادت واقع ہونے کی خبر جب شام میں منتشر ہوئی تو بعض شامی تعجب سے کہتے تھے کیا علیؑ نماز پڑھتے تھے؟ !

حضرت علیؑ پر معاویہ کے طرف سے انتہائی دردناک و تکلیف دہ الزامات و اتہام میں سے ایک آپ کی طرف سے مرسلؐ اعظم کو قتل کرنے کے لئے سازش اور پروگرام مرتب کرنے کی تہمت تھی (۱(

بہر حال منافقین کا طریقہ عمل، معاشرہ میں تلاطم و اضطراب پیدا کرنے کے لئے اتہام و الزام کے حربے کا استعمال ہوتا ہے ان کے بعض مقاصد اس سلسلہ میں بطور اجمال پیش کئے گئے ہیں۔

شخصیت کے مجروح اور افراد کو متہم کرنے کے سلسلہ میں منافقین کے اہداف یہ ہوتے ہیں کہ اپنے امنیتی و حفاظتی دائرہ کو محکم اور اپنی شخصیت کو مبرّہ قرار دیں کیونکہ اپنی پوشیدہ حالت کے آشکار و عیاں ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں، لہذا دیگر اشخاص پر افتراء پردازی و الزام تراشی سے ہنگامہ و اضطراب پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ صاحبان ایمان کی شخصیت اس سے مضمحل اور متاثر ہوتی رہے (۲(

فصل سوم

منافقین کی نفسیاتی خصائص

منافقین کی نفسیاتی خصائص

ا۔ تکبر اور خود بینی

قرآن مجید وہ نکات جو منافقین کی نفسیاتی شناخت کے سلسلہ میں، روحی ونفسیاتی خصائص کے عنوان سے بیان کر رہا ہے، پہلی خصوصیت تکبر وخود محوری ہے۔

کبر کے معنی اپنے کو بلند اور دوسروں کو پست تصور کرنا، تکبر پرستی ایک اہم نفسیاتی مرض ہے جس کی بنا پر بہت زیادہ ہی اخلاقی انحرافات پیش آتے ہیں امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

))ایاک والکبر فانہ اعظم الذنوب والأم العیوب))(ا(

تکبر سے پرہیز کرو اس لئے کہ عظیم ترین معصیت اور پست ترین عیب ہے۔

کبر، اعظم الذنوب ہے یعنی عظیم ترین معصیت ہے کیونکہ تکبر ہی کے ذریعہ کفر نشوونما پاتا ہے، ابلیس کا کفر اسی کبر سے وجود میں آیا تھا، جس وقت اسے آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا گیا، اس نے خود کو آدمؑ سے بزرگ وبرتر تصور کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس فعل کی بنا پر کفر کے راستہ پر چل پڑا۔

)ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین)(ا(

اس نے انکار وغرور سے کام لیا اور کافرین میں ہو گیا۔

انبیاء حضرات کے مخالفین، تکبر فطرت ہونے ہی کی بنا پر پیامبروں کے مقابلہ میں قد علم کرتے تھے، اور انبیاء حضرات کی تحقیر وتکفیر کرتے ہوئے آزار و اذیت دیا کرتے تھے، جب ان کو ایمان کیلئے دعوت دی جاتی تھی وہ اپنی تکبری فکر وفطرت کی بنا پر انکار کرتے ہوئے کہتے تھے۔

) قالوا ما انتم اِلّا بشر مثلنا)(۲(

ان لوگوں نے کہا تم سب ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔

کبر، الأم العیوب، ہے یعنی تکبر پست ترین عیب ہے اس لئے کہ متکبر فرد کی نفسیاتی حقارت وپستی کی نشان دہی ہوتی ہے، وہ فرد جو خود کو بزرگ تصور کرتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے، لہذا چاہتا ہے کہ تکبر کے ذریعہ اس کمی کا مداوا کر سکے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

))ما من رجل تکبّر او تجبّر اِلا لذلۃٍ وجدھا فی نفسہ))(ا(

کوئی فرد نہیں، جو تکبر یا ظالمانہ گفتگو کرتا ہو، اور پست طبیعت وحقیر نفس کا حامل نہ ہو۔

احادیث وروایات کے مطابق تکبر میں دو اہم بنیادی عنصر پائے جاتے ہیں، افراد کو پست وحقیر سمجھنا اور حق کے مقابلہ میں سر تسلیم خم نہ کرنا۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

))الکبر ان تغمص الناس وتسفہ الحق))(۲(

تکبر یہ ہے کہ لوگوں کی تحقیر کرو اور حق کو بے مقدار تصور کرو۔

اسلامی اخلاق کے پیش نظر تکبر کے دونوں عنصر شدید مذموم ہیں اس لئے کہ اشخاص کی تحقیر کرنا خواہ وہ ظاہراً کسی جرم کے مرتکب بھی ہوئے ہوں محرمات میں شمار ہوتا ہے، امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

))ان اللہ تبارک وتعالی۔۔۔اخفی ولیّہ فی عبادہ فلا تستصغرون عبدا من عبید اللہ فربما یکون ولیّہ وانت لا تعلم))(۳(

خداوند عالم نے اپنے خاص افراد کو اپنے بندوں کے درمیان پھیلا رکھا ہے، بندگان خدا میں کسی کی تحقیر و بے احترامی نہ کرو، شاید وہ اللہ کے دوستوں میں سے ہوں اور تمہیں علم نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ خدا فرماتا ہے:

))لیأذن بحرب منی من اذلّ عبدی المؤمن))(۱(

جو بھی کسی بندۂ مومن کی تحقیر وتذلیل کرے ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے۔

جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ کتاب تحریر الوسیلہ کے امر بالمعروف والے باب میں تحریر فرماتے ہیں۔

معروف کے حکم دینے اور برائی سے روکنے والے خود کو مرتکب گناہ فرد سے برتر و بغیر عیب کے نہ جانیں، شاید ہو سکتا ہے کے مرتکب گناہ (خواہ کبیرہ) اچھے صفات کا حامل ہو اور خدا اس کو دوست بھی رکھتا ہو لیکن تکبر وخود بینی کی گناہ کے وجہ سے امر بالمعروف کرنے والا سقوط کر جائے اور شاید ہو سکتا ہے کہ آمر معروف وناہی منکر ایسے برے صفات کے حامل ہوں کہ خداوند متعال کی نگاہ میں مبغوض ہوں چاہے خود انسان اپنے اس برے صفت کا علم نہ رکھتا ہو۔

لیکن اس بات کو عرض کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ امر بالمعروف اور حدود الٰہی کا اجرا ترک کر دیا جائے بلکہ انسان واشخاص کی کرامت وحرمت اور ایمانی منزلت کو حفظ کرتے ہوئے امر بالمعروف اور حدود کا اجرا کرنا چاہیے۔

پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

))اذا زنت خادم احدکم فلیجلدہا الحد ولا یعیّرہا))(۱(

اگر تمہاری کسی کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اس پر زنا کی حد جاری کرو مگر اس کی عیب جوئی وطعنہ زنی کا تم کو حق نہیں۔

اسی بنا پر بارہا دیکھا گیا ہے کہ رسول اسلامؐ اور امیر المومنین نے زناء محصنہ کے مرتکب افراد پر حد جاری کرنے کے بعد خود بااحترام اس کے جنازہ پر نماز میت پڑھی ہے اور ان کی حرمت وآبرو کو حفظ کیا ہے(۲ (

اکثر روایات اور احادیث میں حق کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے، نزاع اور جدال غیر احسنکے عنوان سے اسکی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت امام صادقؑ کا قول ہے:

))اما الجدال الذی بغیر التی ہی احسن ان تجادل مبطلا فیورد علیک مبطلا فلا تردّہ بحجۃ قد نصبہا اللہ ولکن تجحد قولہ او تجحد حقا یرید ذلک المبطل ان یعین بہ باطلہ

فتجحد ذلک الحق مخافۃ ان یکون علیک فیہ حجۃ))(۱(

جدال غیر احسن یہ ہے کہ کسی ایسے فرد سے بحث کیا جائے جو ناحق ہے اور اس کے ساتھ حجت و منطق نیز شرعی دلیل کے ذریعہ وارد بحث نہ ہوا جائے اور اس کے قول یا اس کے حق کو انکار کردیا جائے اس خوف کی بناپر کہ خدانا خواستہ (حق) کے ذریعہ اپنے باطل کے لئے مدد لے۔

قرآن و روایات میں تسلیم حق کے سلسلہ میں زیادہ تاکید کی گئی ہے حق پذیری بندگان خدا اور مومنین کے صفات میں بیان کیا گیا ہے۔

)فبشّر عباد الذین یستمعون القول فیتبّعون احسنہ،)(۲(

اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں۔

حق کے مقابلہ سر تسلیم خم کرنا مومنین کے صفات و خصائص میں سے ہے اور کبر کا نکتہ مقابل ہے۔

)طلبت الخضوع فما وجدت الا بقبول الحق، اقبلوا الحق فان قبول الحق یبعد من الکبر)(۳(

میں نے خضوع کو طلب کیا اور اس کو صرف تسلیم حق میں پایا حق کے مقابل تسلیم پزیر رہو کہ یہ حالت تم کو کبر سے دور رکھتی ہے۔

آیات قرآن کی بناپر تکبر منافقین کی صفات میں سے ہے۔

)واذا قیل لہم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رؤسہم ورایتہم یصدون وہم مستکبرون)(۱(

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسوؐل تمہارے حق میں استغفار کریں گے تو یہ سر پھرا لیتے ہیں اور تم دیکھوگے کہ استکبار کی بناپر منھ بھی موڑ لیتے ہیں۔

)واذا قیل لہ اتّق اللہ اخذتہ العزّۃ بالاثم،)(۲(

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقوای الٰہی اختیار کرو تو تکبر کے ذریعہ گناہ پر اتر آنے ہیں۔

)واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون)(۳(

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپانہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم منافقین کے سلسلہ میں دونوں مناظر (تحقیر افراد اور عدم تسلیم حق) کی تصریح کررہا ہے کہ وہ خود کو اہل فہم و فراست اور دیگر افراد کو سفیہ (احمق) سمجھتے ہیں اور اس وسیلہ سے اشخاص کی تحقیر کرتے ہیں۔

)واذا قیل لہم آمنو کما آمن الناس قالوا أنؤمن کما آمن السفہاء)(۱(

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں؟

منافقین کے بارے میں عدم تسلیم حق کی تصویر کشی کرتے ہوئے خدا ان کو خشک لکڑیوں سے تشبیہ دے رہا ہے۔

)کأنّہم خشب مسنّدۃ)(۲(

گویاں سوکھی لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگادی گئی ہیں۔

۲۔خوف وہراس

قرآن کریم منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کے سلسلہ میں دوسری صفت خوف وہراس کو بتارہا ہے، قرآن ان کو بے حد درجہ ہراساں و خوف زدہ بیان کررہا ہے، اصول کی بناپر شجاعت و شہامت، خوف و وحشت کا ریشہ ایمان ہوتا ہے، جہاں ایمان کا وجود ہے دلیری و شجاعت کا بھی وجود ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

))لایکون المومن جبانا))(۱(

مومن بزدل وخائف نہیں ہوتاہے۔

قرآن مومنین کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے ان کی شجاعت اور مادی قدرت وقوت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تصریح کررہاہے۔

)۔۔۔وانّ اللہ لایضیع اجر المؤمنین الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذّین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم الذین قال لھم النّاس ان النّاس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل)(۲(

خداوندعالم صاحبان ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا(خواہ شہیدوں کے اجر کو اور نہ ہی مجاہدوں کے اجر کو جو شہید نہیں ہوئے ہیں) یہ صاحبان ایمان ہیں جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہی(میدان احد کے زخم بہبود بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حمراء الاسد میدان کی طرف حرکت کرنے لگے) ان کے نیک کردار اور متقی افراد کیلئے نہایت درجہ عظیم اجر ہے، یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیاہے لہذا ان سے ڈرو توان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیااور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

حقیقی صاحبان ایمان کی صفت شجاعت ہے لیکن چونکہ منافقین ایمان سے بالکل بے بہرہ ہیں،ان کے نزدیک خدا کی قوت لایزال وبی حساب پر اعتماد وتوکل کوئی مفہوم ومعنا نہیں رکھتاہے لہذا ہمیشہ موجودہ قدرت سے خائف وہراساں ہیں خصوصاً میدان جنگ کہ جہاں شہامت، سرفروشی،ایثار ہی والوں کا گذر ہے،وہاں سے ہمیشہ فرار اور دور ہی سے جنگ کا نظارہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے منتظر ہوتے ہیں۔

)فاذا جاء الخوف رأیتھم ینظرون الیک تدور أعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت)(۱(

جب خوف سامنے آجائے گاتو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی جیسے موت کی غشی طاری ہو۔

سورہ احزاب کی آٹھویں آیت سے پینتسویں آیت، جنگ خندق کے سخت حالات ومسائل سے مخصوص ہے،ان آیات کے ضمن میں چھ مرتبہ صداقت کا ذکر کیاگیاہے اور اسی کے ساتھ بعض افراد کے خوف وہراس کو بھی بیان کیاگیاہے، جنگ احزاب اپنے خاص شرائط(زمانی ومکانی) کی بناپر مومنین کی ایمانیصداقت اور منافقین کے جھوٹے دعوے کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی ومحک ہے۔

ایمان میں صادق افراد کا ذکر آیت نمبر تئیس اور چوبیس میں ہورہاہے:

)من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلا لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم ان اللہ کان غفورا رحیما)(۱(

مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہے جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دیکھایاہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کرچکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کررہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے تاکہ خدا صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے توان پر عذاب نازل کرے یاان کی توبہ قبول کرے اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ان آیات سے استفادہ ہوتاہے کہ ایمان میں صادق سے مراد دین کی راہ میں جہاد وشہادت ہے بعض افراد نے شہادت کے رفیع مقام کو حاصل کرلیاہے اور

بعض اگرچہ ابھی اس عظیم مرتبہ پر فائز نہیں ہوئے ہیں لیکن شجاعت و شہامت کے ساتھ ویسے ہی منتظر و آمادہ ہیں، اسی سورہ کی آیت نمبر بیس میں خوبصورتی کے ساتھ منافقین کے اضطراب و خوف کو میدان جنگ کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے، آیت اور اس کا ترجمہ اس سے قبل پیش کیا جا چکا ہے۔

۳۔ تشویش و اضطراب

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں سے، تشویش و اضطراب بھی ہے چونکہ ان کا باطن ظاہر کے بر خلاف ہے لہذا ہمیشہ اضطراب کی حالت میں رہتے ہیں کہیں ان کے باطن کے اسرار افشا نہ ہو جائیں اور اصل چہرے کی شناسائی نہ ہو جائے جس شخص نے بھی خیانت کی ہے یا خلافِ امر شی کا مرتکب ہوا ہے اس کے افشا سے ڈرتا ہے اور تشویش و اضطرب میں رہتا ہے عربی کی مثل مشہور ہے " الخائن خائف " خائن خوف زدہ رہتا ہے، دوسرے یہ کہ منافقین نعمت ایمان سے محروم ہونے کی بنا پر مستقبل کے سلسلہ میں کبھی بھی امیدواری و درخشندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور اپنے انجام کار سے خائف اور ہراساں رہتے ہیں اس کے بر خلاف صاحبان ایمان یاد الٰہی اور اپنے ایمان کی بنا پر اطمینان و سکون سے ہمکنار رہتے ہیں۔

)ألا بذکر اللہ تطمئن االقلوب)(۱(

آگاہ ہو جاؤ کہ ذکر خدا ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

منافقین اپنی خیانت کارانہ حرکات کی وجہ سے اضطراب و تشویش کی وادی میں پڑے رہتے ہیں لہذا ہر قسم کی افشا گری و تہدید کی آواز کو اپنے خلاف ہی تصور کرتے ہیں۔

)یحسبون کل صیحۃ علیھم)۲

یہ ہر فریاد کو اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں۔

منافقین کی دائمی کوشش یہ رہتی ہے کہ جس طرح سے بھی ہو خود کو مومنین کی صفوں میں داخل کریں اور صاحبان ایمان کو مطمئن کرا دیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں لیکن ہمیشہ پریشان خیال رہتے ہیں کہ کہیں رسوا و ذلیل نہ ہو جائیں۔

)ویحلفون باللہ انھم لمنکم وماھم منکم ولکنھم قوم یفرقون)(۱(

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں۔

ان کے ہراسان و پریشان رہنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب بھی کوئی جدید آیت کا نزول ہوتا ہے تو ڈرتے ہیں کہ کہیں وحی کے ذریعہ ہمارے اسرار فاش نہ ہو جائیں، اس نکتہ کو قرآن کریم صراحت سے بیان کر رہا ہے اور تاکید کر رہا ہے کہ راہ نفاق کا انجام خیر نہیں ہو سکتا، اگرچہ چند روز اپنے باطن کو چھپانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن سرانجام رسوا و ذلیل ہو کر رہیں گے۔

)یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبھم قل استھزؤا ان اللہ مخرج ماتحذرون)(۲(

منافقین کو یہ خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی سورہ نازل ہو کر مسلمانوں کو ان کے دل کے حالات سے باخبر نہ کر دے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم اور مزاق اڑاؤ اللہ بہر حال اس چیز کو منظر عام پر لے آئے گا جس کا تمہیں خطرہ ہے۔

سورہ بقرہ کی آیات نمبر سترہ سے بیس تکمیں منافقین کی کشمکش، ترس و اضطراب کی حالت، کو دو معنی خیر تشبیہوں کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ لجاجت گری

منافقین کی چوتھی نفسیاتی خصوصیت لجاجت گری ہے لجاجت ایک روحی ونفسانی مرض ہے جو صحیح معرفت کے حصول میں اساسی مانع ہے معرفت شناسی میں اس نکتہ کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض اخلاقی رذائل سبب ہوتے ہیں کہ انسان حقیقت تک نہ پہونچ سکے، جیسے بیہودہ تعصب، بغیر دلیل خاص، نظریہ پر اصرار، غلط آرزو اور خواہشات وغیرہ۔۔۔(۱(

امیر المومنین حضرت علیؑ دو حدیث میں اس مطلب کو صراحتاً بیان فرمارہے ہیں :

))اللجاجۃ تسل الرای))(۲(

لجاجت صحیح و مستحکم رای کو فنا کردیتی ہے۔

))اللجوج لارای لہ))(۳(

لجاجت گر فرد صحیح فکر و نظر کا مالک نہیں ہوتا۔

جو فرد لجاجت گری کے وادی میں سر گردان ہو صاحب رای و نظر نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ لجاجت اس کی بینائی و دانائی پر ایک ضخیم پردہ ڈال دیتی ہے جس کی بنا پر لجاجت گر فرد تمام حقائق کو اپنی خاص نظر سے دیکھتا ہے لہذا ایسا فرد حق شناسی کے وسائل و نور حق کو اختیار میں رکھتے ہوئے بھی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا ہے چونکہ منافقین کا بنیادی منشا اپنی آمال و خواہشات کی تکمیل اور باطل راہ میں قدم رکھنا ہے لہذا کبھی بھی حق کو حاصل نہیں کرسکتا ہے، امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

))من کان غرضہ الباطل لم یدرک الحق ولو کان اشہر من الشمس))(۱(

جس کا بنیادی ہدف باطل ہو کبھی بھی حق کو درک نہیں کرسکتا ہے خواہ حق آفتاب سے روشن تر ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید منافقین کی حالت لجاجت کو بیان کرتے ہوئے ان کی یوں توصیف کررہا ہے:

)صم بکم عمی فہم لا یرجعون)۲

یہ سب بہرے، گونگے اور اندھے ہوگئے ہیں اور پلٹ کر آنے والے نہیں ہے۔

منافقین کی لجاجت سبب بن گئی کہ وہ نہ سن سکے جو سننا چاہئے تھا، نہ دیکھ سکے جو دیکھنا چاہئے تھا، نہ کہہ سکے جو کہنا چاہئے تھا، باوجودیکہ آنکھ، کان، زبان جو ایک انسانِ بااعتدال کے لئے صحیح ادراک کے وسائل ہیں، یہ بھی اختیار میں رکھتے ہیں لیکن ان کی لجاجت گری سبب ہوئی کہ عظیم نعمات سے محروم، اور جہالت کی وادی میں سر گردان ہیں۔

منافقین کا بہرہ، اندھا، گونگا ہونا آخرت سے مخصوص نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے ہی ہیں، ان کا قیامت میں بہرہ، اندھا، گونگا ہونا ان کے حالات سے اسی دنیا میں مجسم ہے۔

)لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا)(۱(

ان کے پاس دل ہے مگر سمجھتے نہیں ہیں، آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں۔

مذکورہ آیت سے استناد کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے منافقین اسی دنیا میں اپنی لجاجت کی بنا پر صحیح سماعت وبصارت، زبان گویا، حق کو درک اور بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتے ہیں، اور مدام باطل کے گرداب میں غوطہ زن ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ منافقین کے فہم وشعور کے منافذ ومسلمات لجاجت پسندی کی بناپر بند ہو چکے ہیں۔

قران مجید نفاق کی اس حالت کو (طبع قلوب) سے یاد کر رہا ہے۔

)طبع اللہ علی قلوبہم فہم لایعلمون)(۱(

خدانے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور اب وہ لوگ کچھ جاننے والے نہیں۔

)فطبع علی قلوبہم فہم لایفقہون)(۲(

ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔

جو مہر ان کے دلوں پر لگائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہو گا کہ حق کی گفتگو سماعت نہ کر سکیں اور حق کی عدم قبولیت ان کی ہمیشہ کی روش بن جائے، البتہ یہ بات واضح ہے کہ طبع قلوب (دلوں پر مہر لگنا) کے اسباب خود انہوں نے فراہم کئے ہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگنا خود ان کے افعال و کردار کا نتیجہ ہے۔

۵۔ ضعف معنویت

منافقین کی پانچویں نفسیاتی و نفسانی صفت جسے قرآن مجید بیان کر رہا ہے معنویت میں ضعف و سستی کا وجود ہے، یہ گروہ ضعف بصارت کی بنا پر خدا سے زیادہ عوام اور لوگوں کے لئے حرمت وعزت کا قائل ہے۔

منافقین محکم وراسخ ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے غیبی و معنوی قدرت پر بھی محکم و کامل ایمان نہیں رکھتے، ان کی ساری غیرت اور خوف فقط ظاہری ہے ، عوام سے حیا کرتے ہیں، لیکن خدا کے محضر میں بے حیاہیں چونکہ خود کو الٰہی محضر میں سمجھتے ہی نہیں اور خدا کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

)یستخفون من الناس ولایستخفون من اللہ وہو معہم اذ یبیتون مالا یرضی من القول وکان اللہ بما یعملون محیطاً)(۱(

یہ لوگ انسانوں کی نظروں سے اپنے کو چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپ سکتے ہیں جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں اور خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اگر ظاہر میں ایک عبادت انجام دیں یا ظواہر اسلامی کی رعایت کریں تو صرف عوام نیز لوگوں کی توجہ واعتماد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے ورنہ ان کی عبادتیں ہر قسم کے مفہوم اور معنویت سے خالی ہیں۔

)ان المنافقین... اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولایذکرون اللہ الا قلیلا)(۲(

منافقین... جب نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ ،لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں، اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

)ولا یأتون الصلوٰۃ الا وہم کسالیٰ)(۱(

اور یہ نماز بھی سستی اور تساہلی کے ساتھ بجالاتے ہیں۔

اگر چہ مذکورہ دونوں آیات میں منافقین کی ریا و کسالت (سستی) نماز کے موقع کے لئے بیان کی گئی ہے، لیکن علامہ طباطبائیؒ تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں نماز، قرآن میں تمام معنویت کا محور و مرکز ہے لہذا اس نکتہ پر توجہ کرتے ہوئے دونوں آیت کا مفہوم یہ ہے کے منافقین تمام عبادت و معنویت میں بے حال وست ہیں اور صاحبان ایمان کے جیسی نشاط وفرحت، سرور وشادمانی نہیں رکھتے ہیں۔

البتہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں بھی منافقین کی عبادات کو بے معنویت اور سستی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

)ولا ینفقون الا وہم کارہون)(۲(

اور راہ خدا میں کراہت و ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت صراحتاًبیان کررہی ہے کہ ان کے انفاق کی بنا اخلاص وخلوص پر نہیں ہے، سورہ انفال میں بھی مسلمانوں کے مبارزہ و جہاد کی صف میں ان کی حرکات کو ریا سے تعبیر کیا گیاہے اور مسلمانوں کو اس منافقانہ عمل سے دور رہنے کے لئے کہا گیا ہے:

)ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارہم بطرا ورئاء الناس)(۱(

اوران لوگوں کے جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں۔

بہر حال جن اشخاص نے دین کے اظہار کو قدرت طلبی، شیطانی خواہشات کے حصول کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے، ان کی رفتار و گفتار میں دین داری کی حقیقی روح نہیں ملتی ہے وہ عبادت کو خود نمائی کے لئے اور سستی سے انجام دیتے ہیں۔

۶۔ خواہشات نفس کی پیروی

منافقین کی چھٹی نفسیاتی خصوصیت، خواہشات نفسانی کی پیروی اور اطاعت ہے، منافقین حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور عقل و نقل کی پیروی اور اطاعت کرنے کے بجائے، امیال و خواہشات نفسانی کے تابع و پیرو کار ہیں، ضعیف اعتقاد نیز باطل اور نحس مقاصد کی بنا پر خدا پرستی و حق محوری ان کے لئے کوئی مفہوم و معنی نہیں رکھتا ہے وہ خواہشات نفسانی کے مطیع و خود محوری کے تابع ہیں۔

)اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم واتبعوا اہوائہم)(۲(

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے۔

تکبر اور بر تر بینی خواہشات نفسانی کی نمائش و علامت میں سے ایک ہے، خواہشات نفسانی کے دو آشکار نمونے، ریاست و منصب کی طلب اور دنیا پرستی ہے جو منافقین میں پائی جاتی ہے، مال و منصب کی محبت، نفاق کی جڑوں کو دلوں میں رشد اور مستحکم کرنے کے عوامل میں سے ہیں۔

پیامبر عظیم الشان ؐفرماتے ہیں :

))حب الجاہ والمال ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل))(۱(

مال دنیا اور مقام و منصب کی محبت، نفاق کو دل میں یوں رشد دیتی ہے جیسے پانی سبزے کو نشو نما دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ ریاست و منصب قابل مذمت ہے جس کا مقصد و ہدف انسان ہو یہ وہی مقام پرستی ہے جو لوگوں کے دین کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے محضر میں کسی کا نام لیتے ہوئے کہا گیا وہ منصب و مقام پرست ہے، آپ نے فرمایا:

))ماذئبان ضاریان فی غنم قد تفرق رعائہا باضرّ فی دین المسلم من الریاسۃ))(۲(

دو خونخوار بھیڑیوں کا خطرہ ایسے گلہ کے لئے جو بغیر چوپان کے ہو اس خطرہ سے زیادہ نہیں، جو خطرہ مسلمان کے دین کو ریاست طلبی و مقام پرستی سے ہے۔

لیکن وہ مال و مقام جو اپنی اور اپنے خانوادے کی زندگی کی بہتری نیز مخلوق خدا کی خدمت اور پرچم حق کو بلند و قائم کرنے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے ہو، وہ قابل مذمت نہیں ہے بلکہ عین آخرت اور حق کی راہ میں قدم بڑھانا ہے، شاید کبھی واجب بھی ہو سکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی پیوند زدہ اور بے قیمتی نعلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عباس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

))واللہ لھی احب الی من امر تکم الاان اقیم حقااوادفع باطل))(۱(

خدا کی قسم! یہ بی قیمت نعلین مجھے تمہارے اوپر حکومت سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ کسی حق کو قائم کر سکوں یا کسی باطل کو دفع کر سکوں۔

اس بناپر اسلام میں اپنے اور خانوادے کی معاشی زندگی کے لئے کوشش و تلاش کو راہ خدا میں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

))الکاد علی عیالہ کالمجاھد فی سبیل اللہ))(۲(

جو فرد بھی اپنے خانوادہ کی امرار معاش کے لئے کوشش وسعی کرتا ہے وہ مجاہد راہ خدا ہے۔

دوسرے افراد کی خدمت گذاری کو بھی بہترین افعال میں شمار کیا گیا ہے۔

))خیر الناس انفعھم للناس))(۱(

بہترین فرد وہ ہے جس سے بیشتر فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے۔

لیکن منافقین کے اہداف فقط دنیا کے اموال، مناصب واقتدار پر قبضہ کرنا ہے، دوسروں کی خدمت مد نظر نہیں ہے، اور اپنے اس پست و حقیر مقصد کے حصول کی خاطر تمام اسلامی وانسانی اقدار کو پامال کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

مدینہ کے منافقین کا سرغنہ، عبد اللہ ابن ابی کا باطنی مرض یہ تھا کہ جب اس نے اپنی ریاست کے دست وباز و قطع ہوتے دیکھے تو تمام خیانت کاری و پست فطرتی کا مظاہرہ پیامبر اسلامؐ ومسلمانوں پر کرنے لگا کہ شاید ہاتھ سے جاچکا مقام ومنصب دوبارہ حاصل ہو جائے۔

منافقین کی دنیا طلبی کی شدید خواہش کی کیفیت کو قرآنی آیات نے بخوبی بیان کیا ہے، قرآن کریم اکثر موارد پر اس نکتہ کو بیان کر رہا ہے کہ منافقین اگرچہ میدان جنگ میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کرتے لیکن جنگ ختم ہوتے ہی غنائم کی تقسیم کے وقت میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں، اور اپنے سہم کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اس موضوع سے مربوط بعض آیات کو منافقین کی موقع پرستی کی بحث میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۷۔ گناہ کی تاویل گری

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کی ساتویں کڑی، گناہ کی توجیہ وتاویل گری ہے اس سے قبل اشارہ کیا گیا ہے کہ منافقین کی تمام سعی لاحاصل یہ ہے کہ اپنے باطن اور پلید نیت کو مخفی کرکے، اور جھوٹی قسمیں کھا کر، ظواہر کی آراستگی کرتے ہوئے خود کو صاحبان ایمان واقعی کی صفوف میں شامل کرلیں۔

اگرچہ صدر اسلام میں ایسا ممکن ہو سکا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے باطن کو مخفی نہیں رکھ سکتے چونکہ ان سے بعض اوقات ایسے افعال واعمال صادر ہو جاتے ہیں کہ جسکی وجہ سے مومنین ان کے ایمان میں شک کرنے لگتے ہیں لہذا منافقین، اس لئے کہ مسلمانوں کی نظروں سے نہ گر جائیں، نیز مسلمانوں کا اعتماد ان سے سلب نہ ہو جائے اپنے کردار اور برے افعال کی عام پسند توجیح وتاویل کرنے لگتے ہیں۔

)فکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ثم جاؤوک یحلفون باللہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولا بلیغا)(۱(

پس اس وقت کیا ہوگا جب ان پر ان کے اعمال کی بنا پر مصیبت نازل ہوگی وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد صرف نیکی کرنا اور اتحاد پیدا کرنا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل کا حال خدا خوب جانتا ہے لہذا آپ ان سے کنارہ کش رہیں انھیں نصیحت کریں اور ان کے دل پر اثر کرنے والی

موقع و محل سے مربوط بات کریں۔

جہاد و معرکہ کا میدان ان مقامات میں سے ہے جہاں منافقین حاضر ہوتے ہوئے بے حد درجہ خائف وہراساں رہتے ہیں لہذا جہاد میں شریک نہ ہونے کی خاطر (جہاد میں عدم شرکت عظیم گناہ ہے) عذر تراشی کرتے ہوئے تاویل وتوجیہ کیا کرتے تھے ذیل کی آیت میں ایک منافق کی جنگ تبوک میں عدم شرکت کی عذر تراشی اور تاویل کو بیان کیا گیا ہے۔

)ومنہم من یقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتنۃ سقطوا وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین)(۱(

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے تو آگاہ ہو جاؤ کہ یہ واقعا فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس آیت کی شان نزول کے لئے بیان کیا گیا ہے کسی قبیلہ کا ایک بزرگ جو منافقین کے ارکان میں تھا رسول اسلامؐ سے اجازت چاہی کہ جنگ تبوک میں شرکت نہ کرے اور عدم شرکت کی وجہ اور دلیل یہ بیان کی کہ اگر اس کی نظریں رومی عورتوں پر پڑے گی تو ان پر فریفتہ اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا، پیامبر اسلامؐ نے اجازت فرمادی کہ وہ مدینہ ہی میں رہے، اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس نے اس کے باطن کو افشا کر کے رکھ دیا اور خداوند عالم نے اسے جنگ میں عدم شرکت کی بنا پر عصیان گر اور فتنہ میں غریق فرد سے تعبیر کیا ہے(۱) ، منافقین کے دوسرے وہ افراد جو جنگ احزاب میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ وہ اپنے گھر اور مال و دولت کے تحفظ سے مطمئن نہیں ہیں، ذیل کی آیت ان کی پلید فکر کو فاش کرتے ہوئے ان کی عدم شرکت کے اصل مقصد کو جنگ سے فرار بیان کیا ہے۔

)ویستاذن فریق منہم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وماہی بعورۃ ان یریدون الا فرارا)(۲(

اور ان میں سے ایک گروہ نبیؐ سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر خالی نہیں تھے بلکہ یہ لوگ صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے ۔

بہر حال گناہ کی تاویل وتوجیہ خود عظیم گناہ ہے جس کے منافق مرتکب ہوتے رہتے تھے بسا اوقات ممکن ہے منافقین سیدھے، سادے وزود باور و مومنین کو فریب دیدیں، لیکن وہ اس سے غافل ہیں کہ خدا ہر اس شی سے جو وہ اپنے قلب کے اندر مخفی کئے ہوئے ہیں آگاہ ہے ان کو اس دنیا میں ذلیل ورسوا کرے گا اور آخرت میں بھی دوزخ کے عذاب سے ان کا استقبال کیا جائے گا، یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ منافقین کی تاویل وتوجیہ کا سلسلہ صرف فردی مسائل سے مختص نہیں بلکہ اجتماعی و معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی مسائل میں بھی تاویل وتوجیہ کرتے رہتے ہیں کہ اس موضوع پر بھی بحث ہوگی۔

فصل چہارم

منافقین کی ثقافتی (کلچرل) خصائص

ا۔ خودی ور اپنائیت کا اظہار

۲۔ دینی یقینیات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی خصائص

خودی اور اپنائیت کا اظہار

منافقین کو اپنی تخریبی اقدامات جاری رکھنے کے لئے تاکہ صاحب ایمان حضرات کی اعتقادی اور ثقافتی اعتبار سیتخریب کاری کر سکیں، انہیں ہر چیز سے اشد ضرورت مسلمانوں کے اعتماد و اعتبار کی ہے تاکہ مسلمان منافقین کو اپنوں میں سے تصور کریں اور ان کی اپنائیت میں شک سے کام نہ لیں، اس لئے کہ منافقین کے انحرافی القائات معاشرے میں اثر گذار ہوں اور ان کے منحوس مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔

ان کی تمام سعی و کوشش یہ ہے کہ خود کو معاشرے میں اپنائیت کی جلوہ نمائی کرائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ان کے باطن کا افشاء اور ان کے اسرار آشکار ہو گئیتو کوئی شخص بھی منافقین کی باتوں کو قبول نہیں کریگا اور ان کی سازشیں جلد ہی ناکام ہو جائیں گی، ان کے راز افشا ہونے کی بنا پر اسلام کے خلاف ہر قسم کی تبلیغیفعالیت، نیز سیاسی سرگرمی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہذا منافقین کا بنیادی اور ثقافتی ہدف اپنے خیر خواہ ہونے کی جلوہ نمائی اور عمومی مسلمانوں کے اعتماد کو کسب کرنا ہے اور یہ بہت عظیم خطرہ ہے کہ افراد و اشخاص، بیگانے اور اجنبیشخص کو اپنوں میں شمار کرنے لگیں، اور معاشرہ میں خواص کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے، ثقافتیحادثہ اس وقت وجود میں آتا ہے کہ جب مسلمین منافقین کی ثقافتی روش طرز سے آشنائی نہ رکھتے ہوں اور ان کو اپنا دوست بھی تصور کریں، امیر المومنین حضرت علیؑ مختلف افراد کے ظواہر پر اعتماد کرنے کے خطرات اور اشخاص کی اہمیت پر توجہ کرنے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں۔

))انما اتاک بالحدیث اربعۃ رجال لیس لہم خامس رجل منافق مظہر للایمان متصنع بالاسلام لایتأثم ولایتحرج یکذب علی رسول اللہ متعمدا فلو علم الناس انہ منافق کاذب لم یقبلوا منہ ولم یصدقوا قولہ ولکنہم قالوا صاحب رسول اللہ درآہ وسمع منہ ولقف عنہ فیاخذون بقولہ)(ا(

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اسلام کی وضع و قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور رسول اسلامؐ کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں انہوں نے حضور کو دیکھا ہے ان کے ارشاد کو سنا ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اور اسی طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہے۔

اظہار اپنائیت کے لئے منافقین کی راہ و روش

منافقین اظہار اپنائیت کے لئے مختلف روش و طریقے سے استفادہ کرتے ہیں، چونکہ یہ مبدا و معاد پر ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں، لہذا راہ و روش کی مشروعیت یا عدم جواز ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا، اور ان کے نزدیک قابل بحث بھی نہیں ہے ان کی منطق میں ہدف کی تحصیل و تکمیل کے لئے، ہر وسائل سے

استفادہ کیا جاسکتا ہے خواہ وسائل ضد انسانی ہی کیوں نہ ہوں یہاں منافقین کی اظہار اپنائیت کے سلسلہ میں فقط پانچ طریقوں کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

ا۔ کذب وریاکاری کے ذریعہ اظہار کرنا:

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے نفاق کا اصلی جوہر کذب اور اظہار کا ذبانہ ہے منافقین اظہار اپنائیت کے لئے وسیع پیانہ پر حربۂ کذب سے استفادہ کرتے ہیں کبھی اجتماعی اور گروہی شکل میں پیامبر اکرمؐ کے پاس آتے ہیں اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، خداوند عالم باصراحت ان کو اس اقرار میں کاذب تعارف کراتا ہے اور پیامبر عظیم الشانؐ سے فرماتا ہے، اگر چہ تم واقعاً فرستادہ الٰہی ہو لیکن وہ اس اقرار میں کاذب ہیں اور دل سے تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

)اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقون لکاذبون)(ا(

پیامبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

جس وقت مومنین، منافقین کو ایجاد فساد وتباہی سے منع کرتے ہیں، خود کو تاکید کے ساتھ مصلح وآباد گر کہتے ہیں خداند عالم ان کی گفتار کی تکذیب کرتے ہوئے ان کے مفسد ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

)واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون)(۲(

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

منافقین اپنی کذب بیانی سے، پہلے کہی گئی بات کو آسانی سے انکار بھی کر دیتے ہیں، تاریخی شواہد کے مطابق کسی مورد میں جب یہ کوئی بات کرتے تھے اور اس کی خبر رسولؐ اسلام کو ہو جاتی تھی تو یہ سرے ہی سے اس کا انکار اور شدت سے اس خبر کی تکذیب کر دیتے تھے۔

نقل کیا گیا ہے کے ’’جلاس‘‘ نام کا منافق جنگ تبوک کے زمانہ میں پیامبر اکرمؐ کے بعض خطبے کو سننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہوئے پیامبرؐ اسلام کی تکذیب بھی کی، حضور کے مدینہ واپسی کے بعد عامر ابن قیس نے پیامبرؐ اسلام کی خدمت میں جلاس کی حرکات کو بیان کیا، جب جلاس حضور کے خدمت میں پہونچا تو عامر بن قیس کی گزارش کو انکار کر بیٹھا، آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں منبر کے نزدیک قسم کھائیں کہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں دونوں نے قسم کھائی، عامر نے قسم میں اضافہ کیا خدایا! اپنے پیامبرؐ پر آیت نازل کر کے جو صادق ہے اس کا تعارف کرادے، حضور اور مومنین نے آمین کہی، جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیامبر اسلامؐ کی خدمت میں پیش کیا۔

)یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم)(ا(

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

یہ اور مذکورہ آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کذب اور تکذیب، منافقین کا ایک طرۂ امتیاز ہے تاکہ مومنین کی صفوف میں نفوذ کر کے اپنائیت کا اظہار کر سکیں۔

منافقین پیامبر عظیم الشانؐ کے دور میں تصور کرتے تھے کہ کذب وتکذیب کے ذریعہ آپ کو فریب دے سکتے ہیں تاکہ اپنے باطن کو مخفی کر سکیں

خداوندعالم منافقین کی اس روش کوافشا کرتے ہوئےتاکید کر رہاہے کہ ایسانہیں ہے کہ پیامبر ؐ گرامی تمہارے احوال واوضاع سے بے خبر ہیں یاخوش خیالی کی بناپر تمہاری باتوں پر اطمینان کر لیتے ہیں۔

نقل کیاجاتاہے جماعت نفاق کے افراد آپس میں بیٹھے ہوئے پیامبر اسلام کوناسزاالفاظ سے یاد کر رہے تھے،ان میں سے ایک نے کہا: ایسانہ کرو،ڈرتاہوں کہ یہ بات (حضرت) محمدؐ کے کانوں تک پہنچ جائےاور وہ ہم کو برا بھلا کہیں اورافراد کو ہمارے خلاف ورغلائیں،ان میں سے ایک نے کہا: کوئی اہم بات نہیں،جو ہمارادل چاہے گا کہیں گے،اگر یہ بات ان کے کانوں تک پہنچ بھی جائے،توان کے پاس جاکرانکار کر دیں گے چونکہ (حضرت) محمدؐ خوش خیال و منھ دیکھے ہیں،کوئی جو کچھ بھی کہتاہے قبول کر لیتے ہیں اس موقع پر سورہ توبہ کی ذیل آیت نازل ہوئی اوران کے اس غلط تصور وفکر کا سختی سے جواب دیا۔

)منہم الذین یوذون النبی ویقولون ہواذن)(۱(

ان (منافقین) میں سے جو پیامبر کواذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ توصرف کان (سادہ لوح وخوش باور) ہیں۔

۲ ۔باطل قسمیں یاد کرنا:

دوسری وہ روش جس کواستعمال کرتے ہوئے منافقین مومنین کے حلقہ میں نفوذ کرتے ہیں،باطل قسمیں کھاناہے،وہ ہمیشہ شدید قسموں کے ذریعہ سعی کرتے ہیں تاکہ اپنے باطن کوافشاہونے سے بچاسکیں اوراسی کے سایہ میں تخریبی حرکتیں انجام دیتے ہیں۔

)اتخذواایمانہم جنّۃفصدواعن سبیل اللہ)(۲(

انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنالیاہے اور لوگوں کوراہ خدا سے روک رہے ہیں۔

منافقین باطل اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو مومنین کاخیر خواہ ثابت کریں،اور صاحب ایمان کے حلقہ میں اپناایک مقام بنالیں ۔

)ویحلفون باللہ انہم لمنکم وماہم منکم ولکنہم قوم یفرقون)(۳(

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں اس بات پر کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔

منافقین چونکہ واقعی ایمان کے حامل نہیں،رضائے الٰہی کا حصول ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتاہے اور معاشرے میں اپنی ساکھ اوراعتبار بھی بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور معاشرہ کے افراد کی توجہ کی حصول کے لئے زیادہ اہتمام بھی کرتے ہیں لہذامختلف میدان میں جھوٹی قسمیں کھاکر مومنین حضرات کی رضایت وخشنودی کو حاصل کرتے ہیں۔

خداقرآن میں تصریح کر رہاہے کہ منافقین کابنیادی مقصد مومنین کی رضایت کو حاصل کرناہے حالانکہ رضایت الٰہی کاحصول اہمیت کاحامل ہے جب تک خداراضی نہ ہو بندگان خدا کی رضایت منافقین کے لئے سودمند ہو ہی نہیں سکتی ہے شاید مومنین کی رضایت سے سوءاستفادہ کرتے ہوئے مزید کچھ دن تخریبی کاروائی انجام دے سکیں۔

)یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوامومنین)(۱(

یہ لوگ تم لوگوں کوراضی کرنے کے لئے خدا کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ خدااور سول اس بات کے زیادہ حق دار تھے اگر یہ صاحبان ایمان تھے تو واقعاً انہیں اپنے اعمال وکردار سے راضی کرتے۔

)یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین)(۱(

یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم راضی بھی ہو جاؤ تو بھی خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں۔

۳۔ غلط اقدامات کی توجیہ کرنا:

منافقین صاحبان ایمان کی تحصیل رضایت اور حسن نیت کی اثبات کے لئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں تاکہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فائدہ حاصل کرسکیں منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں یہ نکتہ مورد بحث قرار دیا گیا ہے اور تصریح کیا گیا ہے کہ منافقین تاویل و توجیہکے ہتھکنڈے کو تمام ہی موارد میں استعمال کرتے ہیں۔

منافقین عمومی افکار اور اعتماد کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے لہذا اظہار اپنائیت کرتے ہوئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں اور اپنے باطل مقاصد کو حق کے لباس اور قالب میں پیش کرتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اہل نفاق کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

))یقولون فیشبھون ویصفون فیموھون))(۲(

جب بات کرتے ہیں تو مشتبہانداز میں اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر، کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے منافقین کیمختلف عذر اور غلط اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تکذیب بھی کی ہے، بطور مثال منافقین جنگ تبوک میں اپنے عدم حضور کی توجیہ، ناتوانی وعدم قدرت کی شکل میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ خداوند عالم ان سے قبل ان کی اس توجیہ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

)لو کان عرضاً قریباً و سفراً قاصداً لاتبعوک و لکن بعدت علیھم الشقۃ و سیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ یعلم انھم لکاذبون)(۱(

پیامبر! اگر کوئی فوری فائدہ یا آسان سفر ہوتا تو تمہارا اتباع کرتے لیکن ان کے لئے دور کا سفر مشکل بن گیا ہے اور عنقریب یہ خدا کی قسمیں کھائیں گے اس بات پر کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چلپڑتے، یہ اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کے غلط اقدام کے توجیہ کا ایک اور موقع یہ ہے کہ، تقریبا منافقین میں سے ایک سو اسّی افراد نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی، جب رسول اکرمؐ اور مسلمان وہاں سے واپس آئے تو منافقین مختلف توجیہ کرنے لگے۔

ذیل کی آیت منافقین کی اس غلط حرکات کی سرزنش کے لئے نازل ہوئی ہے خداوند عالم بطور واضح بیان کر رہا ہے کہ ان کے جھوٹے عذر خدا کیلئے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے حالات سے مومنین کو باخبر کر کے منافقین کے اسرار سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

)یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم قل لاتعتذروا لن نؤمن لکم قد نبّانا اللہ من اخبارکم و سیری اللہ عملکم و رسولہ ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون)(۱(

یہ تخلف کرنے والے منافقین تم لوگوں کی واپسی پر طرح طرح کے عذر بیان کریں گے تو آپ کہدیجیے کہ تم لوگ عذر نہ بیان کرو ہم تصدیق کرنے والے نہیں ہے اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتادیئے ہیں وہ یقیناً تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر وغائب کے عالم (خدا) کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤگے اور وہ تمہیں تمہارے حال سے باخبر کرے گا۔

۴۔ ظاہر سازی کرنا:

ظواہر دینی کی شدید رعایت، خوش نما واشخاص پسند گفتگو، اصلاح طلب نظریات وافکار کا اظہار، منافقین کے حربہ ہیں تاکہ طرف مقابل کو اپنا ہمنوا بنا کر خودی ہونے کا القاء کر سکیں۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ کے ہم عصر بعض منافقین ظاہر میں عبّاد وزہّاد دہر تھے نماز شب، قرآن کی تلاوت، ان سے طولانی ترین سجدے ترک نہیں ہوتے تھے، ان کی ظاہر سازی سے اکثر مومنین فریب کے شکار ہو جاتے تھے، بہت کم ہی تھے جو ان کے دین وایمان میں شک رکھتے ہوں۔

منافقین کی ظاہر سازی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ بقول قرآن، خود پیامبر عظیم الشانؐ کے لئے بھی باعث حیرت وتعجب خیز تھی۔

)واذا رأیتہم تعجبک اجسامہم ان یقولوا تسمع لقولہم)(۱(

اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں گے۔

منافقین کی ظواہر سازی، رفتار وکردار سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ ان کی گفتار بھی فریب وجاذبیت سے لبریز ہے۔

)ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الدّ الخصام)(۲(

انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور

وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں۔

۵۔ جھوٹے عہد وپیان کرنا:

خودی ظاہر کرنے کے لئے منافقین کا ایک اور وطیرہ وعدہ اور اس کی خلاف ورزی ہے بسا اوقات منافقین سے عادتاً ایسی خطائیں سرزد ہوتی تھیں کہ جسکی کوئی توجیہ وتاویل ممکن نہیں تھی یا مومنین کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی تھی ایسے مقام پر وہ توبہ کو وسیلہ بناتے تھے اور عہد کرتے تھے اب ایسی خطائیں نہیں کریں گے اور صحیح راستہ پر مستحکم وثابت قدم رہیں گے لیکن چونکہ دین اور دین کے اعتبارات کے لئے منافقین کے قلب میں کوئی جگہ تھی ہی نہیں جو اپنے عہد وپیان پر باقی رہتے، تخلف وعدہ ایسے ہی تھا جیسے ان کیلئے کذب وغیرہ۔۔۔ جنگ احزاب میں منافقین کی وعدہ خلافی کی بنا پر ذیل کی آیت کا نزول ہوا:

)ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الأدبار وکان عہد اللہ مسؤلا)(۱(

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہر گز پشت نہیں دکھائیں گے، اور اللہ کے عہد کے بارے میں بہر حال سوال کیا جائے گا۔

خداوند عالم ''ثعلبہ بن حاطب'' کی عہد گزاری نیز پیان شکنی کے واقعہ کو یاد دہانی کے طور پر پیش کر رہا ہے، ثعلبہ بن حاطب ایک فقیر مسلمان تھا اس نے پیامبر اکرمؐ سے دعا کرنے کی خواہش کی تاکہ وہ صاحب ثروت ہو جائے حضرت نے فرمایا: وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکتے ہو اس زیادہ اموال سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری نہیں کر سکتے ہو، ثعلبہ نے کہا: اگر خدا عطا کرے تو اس کے تمام واجب حقوق کو ادا کرتا رہوں گا۔

پیامبر اسلامؐ کی دعا سے اموال میں اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کے اس کیلئے مدینہ میں قیام، نماز جماعت نیز جمعہ میں شرکت کرنا مشکل ہو گیا اطراف مدینہ میں منتقل ہو گیا، جب زکوۃ لینے والے گئے تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مسلمان اس لئے ہوئے ہیں تاکہ جزیہ وخراج نہ دینا پڑے، اگرچہ بعد میں ثعلبہ پشیمان تو ہوا لیکن رسول اکرمؐ نے اس کی تنبیہ اور دوسروں کی عبرت کے لئے زکوۃ لینے سے انکار کر دیا، ذیل کی آیت اسی واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔

)ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتیہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقاً فی قلوبہم الی یوم

یلقونہ)(ا(

ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا اگروہ اپنے فضل وکرم سے عطا کرے گا، تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے ،اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کردیا تو بخل سے کام لیا،اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کردیا،اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے کہ انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں پیمان گزاری وپیمان شکنی، وعدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی، آئندہ صالح ہونے کا پیمان اور اس سے روگردانی وغیرہ۔۔۔،یہ وہ طریقے ہیں جس سے منافقین استفادہ کرتے ہوئے مومنین کے حلقہ ودینی معاشرے میں خود کو مخفی؛ کئے رہتے ہیں اور عوام فریبی کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

منافقین کی ثقافتی خصائص

دینی یقینیات و مسلمات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت دینی و مذہبی یقینیات و مسلمات کی تضعیف ہے یقیناً جب تک انسان کا عقیدہ تحریف، تزلزل، ضعف سے دوچار نہوا ہو۔ کوئی بھی طاقت اس کے عقیدہ کے خلاف زور آزمائی نہیں کر سکتی قدرت کا اقتدار، حکومت کی حاکمیت اجسام وابدان پر تو ہو سکتی ہے دل میں نفوذ و قلوب پر مسلط نہیں ہو سکتی سرانجام انسان کی رسائی اس شی تک ہو ہی جاتی ہے جسے دل اور قلب پسند کرتا ہے اسلام کا اہم ترین اثر مسلمانوں پر، بلکہ تمام ہی ادیان کا اپنے پیروکاروں پر یہ رہا ہے کہ فرضی و خرافاتی رسم ورواج کو ختم کرتے ہوئے منطقی و محکم اعتقاد کی بنیاد ڈالیں، پہلے تو اسلام نے انسانوں کے اندرونی تحول وانقلاب کے لئے کام کیا ہے پھر اسلامی حکومت کے استقرار کی کوشش کی ہے تاکہ ایسا سماج و معاشرہ وجود میں آئے جو اسلام کے نظریہ کے مطابق اور مورد تایید ہو۔

پیامبر عظیم الشان پہلے مکہ میں تیرہ سال تک انسان سازی اور ان کے اخلاقی، فکری، اعتقادی ستون کو محکم مضبوط کرنے میں مصروف رہے اس کے بعد مدینہ میں اسلام کی سیاسی نظریات کی تابع ایک حکومت تشکیل دی منافقین جانتے تھے کہ جب تک مسلمان پیامبر اسلام کی انسان ساز تعلیمات پر گامزن اور خالص اسلامی عقیدہ پر استوار و ثابت قدم رہیں گے، ان پر نہ تو حکومت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی وہ تسلیم ہو سکتے ہیں، لہذا ان کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین عقائد، دینی و مذہبی تعلیمات کے حوالہ سے ہمیشہ شک و شبہ میں مبتلا رہیں جیسا کہ آج بھی اغیار کے ثقافتی یلغار و حملہ کا اہم ترین ہدف یہی ہے۔

منافقین کے اہداف یہ ہیں کہ اہل اسلام سے روح اسلام اور ایمان کو سلب کرلیں، منافقین کی تمامتر سعی، دین کے راسخ عقائد اس کے اہداف ونتائج، مذہب کی حقانیت و مسلمات سے مسلمانوں کو دور کر دینا ہے تاکہ شاید اس کے ذریعہ اسلامیحکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور مسلمانوں پر تسلط وقبضہ کر سکیں لہذا منافقین کا اپنے باطل مقاصد کے تکمیل کے لئے بہترین طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کریں، اور انواع واقسام کے شبہات کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی مسلمات کے سلسلہ میں وادی تردید میں ڈال دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاریخی شواہد اور وہ آیات جو منافقین کی اس روش کو اجاگر کرتی ہیں، بیان کرنے سے قبل، ایک مختصر وضاحت سوال اور ایجاد شبہ کے سلسلہ میں عرض کرنا لازم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ سوال اور جستجو کی فکر ایک مستحسن اور مثبت پہلو ہے، تمام علوم و معارف انھیں سوالات کے رہین منت ہیں جو بشر کے لئے پیش آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں اس نے جوابات فراہم کئے ہیں، اگر انسان کے اندر جستجو و تلاش کا جذبہ نہ ہوتا جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے نیز ان سوالات

کا حل تلاش کرنے کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تو یقیناً موجودہ علوم و دانش کی یہ ترقی کسی صورت سے حاصل نہ ہوتی۔

ان سوالات کے حل کے لئے جو انسان کے لئے پیش آتے ہیں دین اسلام میں فراوان تاکید کی گئی ہے، یہ کہا جا سکتا ہے جس قدر علم و تحصیل کی تشویق و ترغیب کی گئی ہے اسی طرح سوالات اور اس کے حل پر بھی زور دیا گیا ہے، قرآن مجید صریح حکم دے رہا ہے اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو اس علم کے علماء اور دانشمندوں سے سوال کرو۔

)فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون)(۱(

اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (علماء) سے سوال کرو۔

دوسرا وہ مطلب جو اسلام میں جواب و سوال کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے وہ جوابات ہیں جو خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں یہ سوالات پیامبر اسلامؐ سے کئے جاتے تھے خدا نے قرآن میں ' 'یسئلونک'' سے بات آغاز کرتے ہوئے ان کے جوابات دئے ہیں(۱(

پیامبر اکرمؐ سے جب روح، ہلال، انفال شراب و قمار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ سوال اور فکر سوال کی تشویق و تمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

))العلم خزائن و مفاتیحھا السوال فاسئلوا یر حمکم اللہ فانہ یو جر فیہ اربعۃ السائل والعالم والمستمع والمحب لھم))(۲(

علم خزانہ ہے اور اسکی کنجیاں سوال کرنا ہے، سوال کرو (جس چیز کو نہیں جانتے ہو) خداوند متعال تم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا ہر سوال میں چار فرد کو فائدہ و نفع حاصل ہوتا ہے سوال کرنے والے، جواب دینے والے، سننے والے اور اس فرد کو جو ان کو دوست رکھتا ہے۔

ائمہ حضرات کے بہت سارے دلائل، بحث و مباحثات نیز مختلف افراد کے سوالات کا جواب دینا، حتی دشمنوں اور کافرین کہ مسائل کا حل پیش کرنا اس بات کی دلیل ہیکہ سوال ایک امر پسندیدہ و مطلوب شی ہے، ائمہ حضرات کی سیرت میں اس امر کا اہتمام کافی حد تک مشہود ہے(۳ (

ظاہر ہیکہ وہ سوالات جو درک و فہم اور استفادہ کیلئے کیا جائے، وہ مفید ہے اور فہم و کمال کو بلندی عطا کرتا ہے، لیکن وہ سوالات جو دوسروں کی اذیت ،آزمایش یا ایسے علم کے حصول کے لئے ہو جو انسان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ ایسے سوالات بے قدر و قیمت ہیں بلکہ ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ نے ایک پیچیدہ اور بی فائدہ سوال کے جواب میں فرمایا:

))سل تفقھا ولا تسال تعنتا))(۱(

سمجھنے کے لئے دریافت کرو الجھنے کے لئے نہیں.

قرآن مجید میں بھی پیامبر اکرمؐ سے کئے گئے بعض سوالوں کے جواب کے لحن و طرز سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے سوالات نہیں کرنا چاہئے جن کے جوابات ثمر بخش نہیں ہیں۔

بعض مسلمانوں نے ہلال (ماہ) کے سلسلہ میں سوالات کئے کہ ماہ کیا ہے، وہ کیوں تدریجاً کامل ہوتا ہے، پھر کیوں پہلی حالت پر پلٹ آتا ہے(۲(

اللہ اس سوال کے جواب میں پیامبر عظیمؐ الشان کو حکم دیتا ہے کہ ہلال کے تغییرات کے آثار و فوائد کو بیان کریں، ہلال کے متعلق اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جو سوال کرنے و جاننے کے قابل ہے وہ ہلال کی تغییرات کی بنا پر اس کے آثار و فوائد ہیں نہ یہ کہ، کیوں ماہ تغییر کرتا ہے اور اس کی علت کیا ہے (علت شناسی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں)۔

سوال اور شبہ کا اساسی وبنیادی فرق یہ ہے کہ شبہ القا کرنے والے کا ہدف، جواب کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ شبہ کا موجد اپنے باطل مطلب کو حق کے لباس میں ان افراد کے سامنے پیش کرتا ہے، جو حق و باطل میں تشخیص دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علیؑ شبہ کی اسم گزاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

))وانما سمیت الشبہۃ شبہۃ لانہا تشبہ الحق))(۱(

شبہ کو اس لئے شبہ نام دیا گیا کہ حق سے شباہت رکھتا ہے۔

اگر شبہ ایجاد کرنے والے کو علم ہو جائے کہ کسی مقام پر ہمارا مغالطہ کشف ہو جائے گا اور اس کا باطل ہونا آشکار ہو جائیگا تو ایسی صورت میں وہ اس مقام یا فرد کے پاس اصلاً شبہ کو طرح و پیش ہی نہیں کرتا بلکہ وہاں پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ شبہ کے احتمالی جواب کو بھی مخدوش کر کے پیش کرے۔

ایسے افراد کے اہداف بعض اشخاص کو اپنے میں جذب اور ان کے مبانی واصول میں تزلزل پیدا کرنا ہوتا ہے، تاکہ حق کو دور وجدا کر سکیں، شبہ کرنے والے حضرات اپنے باطل کو حق میں اس طرح آمیزش کر دیتے ہیں کہ وہ افراد جو تفریق و تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ فریب کا شکار ہو جائیں۔

شبہات ہمیشہ حق کے لباس میں پیش کئے جاتے ہیں اور آسانی سے سادہ لوح افراد مجذوب ہو جاتے ہیں، شبہ خالص باطل نہیں ہے اس لئے کہ باطل محض اور خالص آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ فتنہ کا سرچشمہ حق و باطل کی آمیزش کو بیان کرتے ہیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل ایک دوسرے سے جدا کر دئے جائیں تو راستہ کی تشخیص بہت ہی آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

))انما بدء وقوع الفتن اہواء تتبع واحکام تبتدع یخالف فیہا کتاب اللہ ویتولی علیہا رجال رجالا علی غیر دین اللہ فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم یخف علی المرتادین ولو ان الحق خلص من لبس الباطل انقطعت عنہ السن المعاندین ولکن یوخذ من ہذا ضغث ومن ہذا ضغث فیمزجان))(۱(

فتنہ کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں کھلنہیں سکتی تہیں، لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے۔

تحقیقی اور تخصصی مسائل کو علمی ظاہر کرتے ہوئے، غیر علمی حلقے وماحول میں پیش کرنا ایجاد کرنے کا روشن ترین مصداق ہے۔

شبہ کا القا

دینی واعتقادی مسلمات کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کی اہم ترین روش، القاء شبہ ہے جس کے ذریعہ دین وایمان کی روح و فکر خدشہ دار کر دیتے ہیں۔

منافقین سخت اور حساس مواقع پر خصوصاً جنگ و معرکہ کے ایام میں شبہ اندازی کر کے مومنین کی مشکلات میں اضافہ اور مجاہدین کی فکر و حوصلہ کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ میدان جنگ و نبرد کے حساس مواقع شرکت کرنے سے روک سکیں۔

اس مقام پر منافقین کی طرف سے پیش کئے گئے دو شبہ قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ دین کے لئے فریب کی نسبت دینا

منافقین جنگ بدر کے موقع پر خداوند عالم کی نصرت و مدد اور مسلمین کی کامیابی و فتح یابی کے وعدے کی تکذیب کرتے ہوئے، ان وعدے کو فریب و خوش خیالی قرار دے رہے تھے، قصد یہ تھا کہ ایجاد اضطراب کے ذریعہ وعدہ الٰہی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اعتقاد و ایمان میں ضعف و تزلزل پیدا کر دیں، تا کہ وہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

خداوند عالم اس مسئلہ کی یاد دہانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تصریح کرتا ہے کہ خدا کا وعدہ یقینی ہے اگر خدا پر توکل و اعتماد رکھو گے تو کامیاب و کامران ہو جاؤ گے۔

(واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض غرّ ہولاء دینھم و من یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم)(۱)

جب منافقین اور جن کے دل میں کھوٹ تھا کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں (مسلمان) کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو خدا ہر شی پر غالب آنے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

منافقین نے اسی سازش کو جنگ احزاب (خندق) میں بھی استعمال کیا۔

(واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا)(۲)

اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔

آیت فوق کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان خندق کھودتے وقت ایک بڑے پتھر سے ٹکرائے، سعی فروان کے بعد بھی پتھر کو نہ توڑ سکے، رسول اسلامؐ سے مدد کے لئے درخواست کی، آپ نے الٰہی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین وار اور ضرب سے پتھر کو توڑ ڈالا، اور آپ نے فرمایا: یہاں سے حیرہ، مدائن، کسریٰ و روم کے قصر و محل میرے لئے واضح و آشکار ہیں، فرشتہ وحی نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر کامیاب اور فتحیاب ہوگی نیز ان کے تمام قصر و محل زیر تصرف ہوں گے پھر آپ نے فرمایا: خوش خبری اور مبارک ہو تم مسلمانوں پر اور اس خدا کا شکر ہے کہ اس محاصرہ و مشکلات کے بعد فتح و ظفر ہے۔

اس موقع پر ایک منافق نے بعض مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم محمدؐ کی بات پر تعجب نہیں کرتے ہو، کس طریقہ سے تم کو بے بنیاد وعدوں کے ذریعہ خوش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے روم و حیرہ و مدائن کے قصر کو دیکھ رہا ہوں اور جلد ہی فتح نصیب ہوگی، یہ اس حال میں تم کو وعدہ دے رہے ہیں کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے میں خوف و ہراس کے شکار ہو(۱)

۲۔ حق پر نہ ہونے کا شبہ ایجاد کرنا

دوسرا وہ القاء شبہ جسے ہمیشہ منافقین خصوصاً میدان جنگ اور معرکہ میں ایجاد کرتے تھے حق پر نہ ہونے کا شبہ تھا، جب جنگوں میں مسلمان خسارہ اور نقصان میں ہوتے تھے یا بعض مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوتے تھے، یا اہل اسلام شکست سے دوچار ہوتے تھے تو منافقین اس کا بہانہ لے کر طرح طرح کے شبہ ایجاد کرتے تھے کہ اگر حق پر ہوتے تو شکست نہیں ہوتی، یا قتل نہیں کئے جاتے، اور اس طرح سے مسلمانوں کو شک اور تزلزل میں ڈال دیتے تھے۔

قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین نے جنگ احد اور اس کے بعد سے اس انحرافی فکر کو القا کرنے میں اپنی سعی تیز تر کر دی تھی۔

)ویقولون لوکان لنا من الامر شیء ماقتلنا ھہنا)(۱(

اور کہتے ہیں کے اگر اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

منافقین میدان جنگ میں شکست کو نبوت پیامبرؐ اور ان کے آئین کی نادرست و ناسالم ہونے کی علامت سمجھتے تھے اور یہ شبہ ایجاد کرتے تھے اگر یہ (شہدا) میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔

)الذین قالوا لاخوانہم وقعدوا لواطاعونا ما قتلوا)(۲(

یہی (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اپنے مقتول بھائیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے تو ہر گز قتل نہ ہوتے۔

خداوند عالم ان کے اس شبہ (جنگ میں شرکت قتل کئے جانے کا سبب ہے) کا جواب بیان کر رہا ہے، موت ایک الٰہی تقدیر و سر نوشت ہے موت سے فرار میسر نہیں، اور معرکہ احد میں قتل کیا جانا نبوت و پیامبرؐ کے ناسالم ہونے اور ان کے نادرست اقدام کی علامت نہیں، جن افراد نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی ہے موت سے گریز و فرار نہیں کر سکتے ہیں یا اس کو موخر کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے ہیں۔

) قل لوکانوا فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم)(۱(

تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لئے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے۔

قرآن موت و حیات کو خدا کے اختیار میں بتاتا ہے معرکہ و جنگ کے میدان میں جانا موت کے آنے یا تاخیر سے آنے میں مؤثر نہیں ہے۔

)واللہ یحیی ویمیت واللہ بما تعملون بصیر)(۲(

موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے

اس مطلب کی تاکید کی کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے منافقینکے لئے اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ موت و حیات تمہارے اختیار میں ہے تو جب فرشتہ مرگ نازل ہو تو اس کو اپنے سے دور کر دینا اور اس سے نجات حاصل کر لینا۔

) قل فادرؤا عن انفسکم الموت ان کنتم صادقین)(۱(

پیامبرؐ ان سے کہ دیجے کہ کہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب اپنی ہی موت کو ٹال دو۔

مسلمانوں کو اپنے مذہب و عقیدہ میں شک سے دوچار کرنے کے لئے منافقین ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کرتے تھے، اگر ہم حق پر تھے تو کیوں قتل ہوئے اور کیوں اس قدر ہمیں قربانی دینی پڑی، ہمیں جو جنگ احد میں ضربات و شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین اور آئین حق پر نہیں ہے۔

قرآن کے کچھ جوابات اس شبہ کے سلسلہ میں گزر چکے ہیں، اساسی و مرکزی مطلب اس شبہ کو باطل کرنے کے لئے مورد توجہ ہونا چاہئے وہ یہ کہ ظاہری شکست حق پر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے جس طریقہ سے ظاہری کامیابی بھی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

بہت سے انبیاء حضرات کہ جو یقیناً حق پر تھے، اپنے پروگرام کو جاری کرنے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکے، بنی اسرائیل نے بین الطلوعین ایک روز میں ستر انبیاء کو شہید کر ڈالا اور اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، کوئی حادثہ وجود میں آیا ہی نہیں، تو کیا ان پیامبران الٰہی کا

شہید و مغلوب ہونا ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے؟ اور بنی اسرائیل کا غالب ہو جانا ان کی حقانیت کی علامت ہے؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے، دین کے سلسلہ میں فریب کی نسبت دینا اور حق پر نہ ہونے کے لئے شبہ پیدا کرنا، منافقین کے القاء شبہات کے دو نمونہ تھے جسے منافقین پیش کرتے تھے لیکن ان کے شبہات کی ایجاد ان دو قسموں پر منحصر و محصور نہیں ہے۔

دین کو اجتماع و معاشرت کے میدان سے جدا کر کے صرف آخرت کے لئے متعارف کرانا، دین کے تقدس کے بہانے دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ بلند کرنا، تمام ادیان و مذاہب کے لئے حقانیت کا نظریہ پیش کرنا، صاحب ولایت کا تمام انسانوں کے برابر ہونا، صاحب ولایت کی درایت میں تردید اور اسکے اوامر میں مصلحت سنجی کے نظریہ کو پیش کرنا، احکام الہی کے اجرا ہونے کی ضرورت میں تشکیک وجود میں لانا، خدا محوری کے بجائے انسان محوری کی ترویج کرنا، اس قبیل کے ہزاروں شبہات ہیں جن کو منافقین ترویج کرتے تھے اور کر رہے ہیں، تاکہ ان شبہات کے ذریعہ دین کے حقایق و مسلمات کو ضعیف اور اسلامی معاشرہ سے روح ایمان کو خالی کر دیں اور اپنے باطل و بیہودہ مقاصد کو حاصل کر لیں۔

البتہ یہ بات ظاہر و عیاں ہے کہ منافقین مسلمانوں کے اعتقادی و مذہبی یقینیات و مسلمات میں القاء شبہات کے لئے اس نوع کے مسائل کا انتخاب کرتے ہیں جو اسلامی حکومت و معاشرے کی تشکیل میں مرکزی نقش رکھتے ہیں اور ان کے تسلط و قدرت کے لئے موانع ثابت ہوتے ہیں، اسی بنا پر منافقین کے القاء شبہات کے لئے زیادہ تر سعی و کوشش دین کے سیاسی و اجتماعی مبانی نیز دین و سیاست کی جدائی اور دین کو فردی مسائل سے مخصوص کر دینے کے لئے ہوتی ہیں۔

فصل پنجم

منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص

منافقین کی معاشرتی واجتماعی خصائص

اہل ایمان واصلاح ہونے کی تشہیر

منافقین ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ظاہراً ایمان اور اصلاح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قدعلم کرتے ہیں، دین اور اسلامی نظام سے ومعرکہ آرائی کی صریح گفتگو نہیں کرتے اسی طرح منافقین کبھی بھی فساد کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ شدت سے انکار کرتے ہوئے، بلکہ خود کو اصلاح کی دعوت دینے والا اور دینداری کا علمبردار پیش کرتے ہیں۔

اس سے قبل منافقین کی فردی رفتار کی خصوصیت کے ذیل میں بعض آیات جو منافقین کے کردار کی عکاسی کرتی ہیں، پیش کی گئی ہیں، جس میں عرض کیا گیا کہ منافقین اس طرح خوبصورت اور دلچسپ انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ پیامبر اکرمؐ کے لئے بھی تعجب خیز ہوتا ہے، پیامبر اسلامؐ بعض منافقین کو پہچانتے بھی تھے، لیکن اس کے باوجود دیکھتے تھے کہ وہ وہ اچھائی اور بہتری کا نعرہ لگاتے ہیں، دل موہ لینے والی گفتگو کرتے ہیں، ان کی گفتگو میں خیر وصلاح کی نمائش بھی ہوتیہے، منافقین کی یہ فردی خصوصیات ان کی اجتماعی رفتار میں بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

)ویقولون آمنّا باللہ و بالرسول واطعنا ثم یتولّیٰ فریق منہم من بعد ذلک وما اولئک بالمومنین)(۱(

اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منھ پھیر لیتا ہے اور یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں۔

مسجد ضرار کی سازش میں منافقین کا نعرہ مریض، بیمار افراد کی مساعدت اور ایک مقدس ہدف کا اظہار تھا، قرآن صریحی اعلان کر رہا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد، اسلام و مسلمانوں کو ضرر اور نقصان پہونچانے اور کفر کی تقویت دینے کے لئے بنائی تھی، مسجد کا ہدف صاحبان ایمان کے مابین تفرقہ واختلاف کی ایجاد اور دشمنان اسلام کے لئے سازشی مرکز تیار کرنا تھا حالانکہ وہ قسم کھاتے تھے کہ ہمارا ارادہ خدمت خلق اور نیکی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

)ولیحلفن ان اردنا الّا الحسنیٰ)(۲(

اور یہ قسم کھاتے ہیں کے ہم نے صرف نیکی کے لئے مسجد بنائی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن منافقین کو اس طرح بیان کر رہا ہے کہ منافقین پیامبر اکرمؐ کے حضور میں ان کے دستور وآئین کی فرماں برداری اور مطیع محض ہونے کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب خصوصی جلسہ تشکیل دیتے ہیں تو پیامبرؐ اسلام کے خلاف سازش کا پروگرام بناتے ہیں (۱(

ظواہر کا آراستہ ہونا اور اچھے اچھے نعرے لگانا، منافقین کے دونوں گروہ، یعنی منافق خوف، اور منافق طمع، کی اجتماعی خصوصیات میں سے ہے، منافقین ،اسلامی وایمانی معاشرے میں پلید افعال انجام دینے کے لئے ایمان کے نعرے بلند کرتے ہیں اور دین داری واصلاح طلبی کا اظہار کرتے ہیں۔

۲۔ معروف کی نہی ومنکر کا حکم

منافقین کی دوسری اجتماعی خصوصیت معروف کی نہی اور منکر کا حکم دینا ہے کلمہ (معروف ومنکر) وسیع مفہوم کے حامل ہیں، تمام فردی، اجتماعی ،سیاسی، نظامی ثقافتی اور معاشرتی اقدار وضد اقدار کو شامل ہوتے ہیں جماعت نفاق کا نشانہ اور ہدف انواع منکرات کی اشاعت اور اسلامی اقدار وشائستگی کو

محو کرنا ہے، لہذاا پنے منافقانہ کردار ور فتار کے ذریعہ شوم مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

)المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض یامرون باالمنکر وینہون عن المعروف)(۲(

منافق مرداور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں سب برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں جیساکے اس کے شان نزول سے استفادہ ہوتاہے منکر کا مصداق سیاسی اقدار کی خلاف ورزی ہے، منافقین افراد کو پیامبرؐ اسلام کی ہمراہی نہ کرنے کی دعوت دیتے تھے جو اسلامی نظام کی علامت اور بانی تھے، صاحبان ایمان حضرات کو ولایت کے فرامین سے عدول اور نافرمانی کی ترغیب دلاتے تھے، ظاہر ہے کہ اس منکر سیاسی کا خطرہ، فردی منکرات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن کبھی خطاسرزد ہو جاتی ہے اور معروف کی جگہ منکر اور منکر کی جگہ معروف انجام ہو جاتا ہے قصد تخریب نہیں ہوتا ہے، لہذااس قسم کے موارد قابل گذشت ہیں لیکن اس کے مقابل بعض افراد معروف کی شناخت رکھتے ہوئے اس کے برخلاف دعوت عمل دینے کے پابند ہیں منکر سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اس کے انجام کے لئے ورغلاتے ہیں۔

ابو حنیفہ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ بعض موارد میں حضرت امام صاؑدق کے خلاف فتویٰ دے، چنانچہ وہ سجدے کے مسئلہ میں حضرت امام صاؑدق کے فتوے کو نہیں جانتا تھا کہ اس حالت میں آپ کا فتویٰ آنکھ بند کرنے کا ہے یا کھلی رکھنے کا لہذا اس نے فتویٰ دیا کہ ایک آنکھ کھلی اور ایک بند رکھی جائے تاکہ ہر حال میں حضرت امام صاؑدق کے فتوے کی مخالفت ہو سکے۔

منافقین، اسلامی معاشرے میں معروف و منکر کی عمیق شناخت رکھتے ہوئے منکر کا حکم اور معروف سے نہی کرتے تھے لیکن انتہائی زیرکی اور فریب کاری کے ساتھ کہ کہیں ان کے راز فاش نہ ہو جائیں اور ان کے حربے ناکام ہو جائیں۔

۳۔بخل صفت ہونا

منافقین کی اجتماعی رفتار کی دوسری خصوصیت بخیل ہونا ہے وہ سماج و معاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

)یقبضون ایدیھم)(۱(

اور (منافقین وہ لوگ ہیں جو) اپنے ہاتھوں کو (انفاق و بخشش سے) روکے رہتے ہیں۔

سورہ احزاب میں بھی منافقین کی توصیف کرتے ہوئے ان کی اس معاشرتی فکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

)اشحۃ علیکم)(۲(

وہ (منافقین) تمام چیزوں میں، تمھارے حق میں بخیل ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ خود بخیل، کوتاہ دست، نیز محرومین و فقرا کی مدد و مساعدت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس صفت کا عادی بنانا چاہتے ہیں اور انفاق کرنے سے روکتے ہیں۔

)ھم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ

حتی ینفضّوا وللہ خزائن السماوات والارض ولکن المنافقین لایفقھون)(۱(

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کے رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمان و زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے

ہیں اور یہ منافقین اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

مذکورہ آیت کی شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے بعد مسلمانوں کے دو فرد کا کنویں سے پانی لینے کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا ان میں ایک انصار اور دوسرا مہاجرین کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے دونوں نے اپنے اپنے گروہوں کو مدد کے لئے آواز دی، عبداللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا، گروہ انصار کی طرف داری کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا دونوں گروہ میں لفظی جنگ شروع ہو گئی۔

عبداللہ ابن ابی نے کہا: ہم نے مہاجرینجماعت کو پناہ دی، اور ان کی مدد کی لیکن ہماری مدد و مساعدت اس معروف مثل کے مانند ہو گئی جس میں کہا جاتا ہے ”سمّن کلبک یاکلک“ اپنے کتے کو کھلا پلا کر فربہ کرو تا کہ وہ تم کو کھا جائے یہ ہم انصار کی مدد و نصرت کا نتیجہ ہے جو ہم نے مہاجرین ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ہم اس گروہ (مہاجر) کو اپنے شہر میں جگہ دی اپنے اموال کو ان کے درمیان تقسیم کئے، اگر اپنی باقی ماندہ غذا کو ان مہاجرین کو نہ دیتے تو آج ہم انصار کی یہ نوبت نہ آتی کہ مہاجر ہمارے گردنوں پر سوار ہوتے بلکہ ہماری مدد نہ کرنے کی صورت میں اس شہر سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے ملحق ہو جاتے ۔

قرآن عبداللہ ابن ابی کی توہین آمیز گفتگو اور اس کی تاکید کہ انصار مہاجرین کی مدد کرنا ترک کردیں، کا ذکر کرتے ہوئے اضافہ کر رہا ہے کہ آسمان و زمین کے خزائن خدا کے ہاتھوں میں ہے منافقین کے بخل کرنے اور انفاق سے ہاتھ روک لینے سے، کچھ بدلنے والا نہیں ہے۔

۴۔ صاحبان ایمان کی عیب جوئی اور استہزا

منافقین کی اجتماعی خصائص میں سے ایک خصوصیت صاحب ایمان کا استہزا، عیب جوئی اور تمسخر ہے، منافقین سے ایسے افعال کا صدور ان کی ناسالم طبیعت اور روحانی مریض ہونے کی غمازی کر رہا ہے، تمسخر اور عیب جوئی ایک قسم کا ظلم شخصیت پر دست درازی اور انسانی حیثیت کی بے حرمتی ہے، حالانکہ انسان کے لئے اس کی شخصیت و حرمت اور آبرو ہر شی سے عزیز تر ہوتی ہے۔

اشخاص کی تمسخر و عیب جوئی کے ذریعہ رسوائی اور بے حرمتی کرنا، فرد مقابل کے مریض، کینہ پرستی سے لبریز قلب اور پست فطرتی کی علامت ہے، منافقین بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

)واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن)(۱(

جب صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اہل ایمان ہیں، اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت اختیار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کے ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

منافقین جنگوں میں ہر زاویہ سے مومنین پر اعتراض کرتے تھے جو جنگ میں زیادہ حصہ لیتے تھے اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ریاکاری کا عنوان دیدیتے تھے اور جن کی بضاعت کم تھی اور مختصر مساعدت کرتے تھے، تو ان کا استہزا کرتے ہوئے کہتے تھے لشکر اسلام کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ !

نقل کیا جاتا ہے ابو عقیل انصاری نے شب و روز کام کر کے دو من خرمے حاصل کئے ایک من اپنے اہل و عیال کے لئے رکھے اور ایک من پیامبرؐ اسلام کی خدمت میں پیش کیا، منافقین ابو عقیل انصاری کے اس عمل پر تمسخر واستہزا میں مشغول ہو گئے، اس وقت ذیل کی آیت کا نزول ہوا۔

)الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم)۱

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اوران غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں خدا ان کا بھی مذاق بنادے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے۔

آیت فوق سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین ایک گروہ کی عیب جوئی کرتے تھے اور ایک گروہ کا استہزاو مسخرہ کرتے تھے ان کا استہزاو تمسخران افراد کے لئے تھا جو لشکر اسلام کے لئے مختصر اور ناچیز مساعدت کرتے تھے اور عیب جوئی ان اشخاص کے لئے تھی جو وافر مقدار میں نصرت و مدد کرتے تھے پہلی قسم کے افراد کو استہزا کرتے ہوئے بے مقدار و ناچیز مدد کرنے والے القاب سے نوازتے تھے اور دوسری قسم کے اشخاص کو ریاکار سے تعارف کراتے تھے۔

۵۔ تضحیک و خندہ زنی

منافقین کی ایک دوسری اجتماعی رفتار کی خصوصیت تضحیک اور خندہ زنی ہے یعنی جب بھی صاحب ایمان سختی و عسرت میں ہوتے تھے تو منافقین خوشحال ہوتے اور ہنستے تھے اور مومنین کی سرزنش کیا کرتے تھے لیکن جب صاحبان ایمان کو آرام اور آسائش میں دیکھتے تھے تو ناراض اا ور غمزدہ ہوتے تھے ،قرآن مجید چند آیات کے ذریعہ منافقین کی اس کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔

)ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم وان تصبکم سی ءۃ یفرحوابہا)(۱(

تمہیں ذرا بھی نیکی پہنچتی ہے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

)وان اصابتکم مصیبۃ قال قد انعم اللہ علیّ اذ لم اکن معہم شہیداً)(۲(

اور اگر تم پر کوئی مصیبت آگئی تو کہیں گے خدا نے ہم پر احسان کیا کہ ہم ان کے ساتھ حاضر نہیں تھے۔

)ان تصبک حسنۃ تسؤہم وان تصبک مصیبۃ یقولوا قد اخذنا امرنا من قبل ویتولوا وہم فرحون)(۳ (

ان کا حال یہ ہیکہ جب آپ تک نیکی آتی ہے تو انہیں بری لگتی ہے اور جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوش و خرم واپس چلے جاتے ہیں۔

منافقین اس عداوت و دشمنی کی بنا پر جو مسلمانوں کے لئے رکھتے ہیں ان کی خوش حالی اور آسائش کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں لیکن جب صاحب ایمان مصیبت یا جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں تو بہت شادمان اور خوش نظر آتے ہیں۔

جب مسلمان سختی و عسرت میں ہوتے ہیں تو ان کی سرزنش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ان سے جدا کر لیتے ہے،اور شکر خدا بھی کرتے ہیں کہ ہم مومنین کے ساتھ (گرفتار) نہیں ہوئے۔

۶۔ کینہ توزی

منافقین، مومنین و اسلامی نظام کی نسبت شدید عداوت و کینہ رکھتے ہیں، کینہ و عداوت کے شعلہ ہمیشہ ان کے دل و قلب میں افروختہ ہیں جو کچھ بھی دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان و عمل سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے خواہ وا ظہار خفیف ہی کیوں نہ ہو۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ اپنی گران قدر گفتگو میں صراحت کے ساتھ اس باریکی کو انسانوں کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

))ما اضمر احد شیئا الا ظہر فی فلتات لسانہ وصفحات

وجہہ))(۱(

انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بے ساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

مذ کورہ کلام کی بنیاد پر منافقین جو شدید کینہ وعداوت صاحب ایمان سے رکھتے ہیں اس کا مختصر حصہ ہی منافقین کی رفتار وگفتار میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اس باریک مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کیہے کہ منافقین نے اپنے دلوں میں جو مخفی کرر کھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کی رفتار وگفتار میں دیکھا جاتا ہے۔

)قد بدت البغضاء من افواہم وما تخفی صدورہم اکبر)(ا(

ان کی عداوت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں چھپار کھا ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

لہذا منافقین کی رفتار وگفتار کے ظواہر سے اسلامی نظام اور صاحبان ایمان سے عداوت وکینہ کے کچھ بخش وحصہ کی شناختگی جاسکتیہے اور یہ آگاہی وشناختمقدمہ ہے کہ ان سے مبارزہ کیا جاسکے اور اس نوعیت کے دشمنوں کو اسلامی معاشرے سے جدااور اخراج کیا جاسکے۔

فصل ششم

منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

روشن فکری وافشا گری

منافقین سے مقابلہ ومبارزہ کرنے کی راہ وروش ایک مفصل اور طولانی بحث ہے، یہاں بطور اجمال اشارہ کیا جارہاہے، منافقین سے مقابلہ کے طریقوں میں زیادہ وہ طریقے قابل بحث ہیں جو منافقین کے سیاسی وثقافتی فعالیت کو مسدود کرسکیں اوران کے شوم اہداف کے حصول کو ناکام بناسکیں۔

منافقین سے مقابلہ اور مبارزہ کے سلسلہ میں پہلا مطلب یہ ہے کہ تحریک نفاق،ان کے اہداف نیزان کے طور طریقہ اور روش کے سلسلہ میں روشن فکر ہوناچاہئے، نفاق کے چہروں کا تعارف نیزان کے اعمال وافعال کاافشاکرنانفاق ومنافقین سے مقابلے ومبارزے کے سلسلہ میں ایک مؤثر قدم ہوسکتاہے

۔

بطور مقدمہ اس مطلب کی یاد دہانی بھی ضروری ہیکہ دوسروں کے گناہ،اسرار کاافشااور عیب جوئی کواسلام میں شدت سے منع کیا گیاہے۔

بعض روایات واحادیث میں دوسروں کی معصیت وگناہ کوفاش کرنے کاگناہ،اسی معصیت وگناہ کے مطابق ہے،صاحبان ایمان کونصیحت کی گئی ہے اگرتم چاہتے ہوکہ خداوند عالم قیامت میں تمہارے عیوب پرپردہ ڈالے رہے تودنیامیں دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو۔

رسول اکرمؐ ایک سوال کے جواب میں، جس نے سوال کیاتھاہم کون سافعل انجام دیں کہ اللہ قیامت میں ہمارے عیوب کوظاہر نہ کرے،آپ فرماتے ہیں:

))استر عیوب اخوانک یستر اللہعلیک عیوبک))(ا(

اپنے(دینی) برادران کے عیوب کوپوشیدہ رکھوتاکہ اللہ بھی تمہارے عیوب کوپوشیدہ اور چھپائے رکھے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

جولوگ گناہوں سے محفوظ ہیں اور خدانے ان کوگناہوں کی آلودگی سے پاک رکھاہے ان کے شایان شان یہی ہے کہ گنہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اوراس حوالے سے خدا کی بارگاہ میں شکر گذار ہوں کیوں کہ ان کاشکر کرناہی ان کوعیب جوئی سے محفوظ رکھ سکتاہے، چہ جائیکہ انسان خود عیب دار ہواوراپنے بھائی کاعیب بیان کرے اوراس کے عیب کی بناپراس کی سرزنش بھی کرے، یہ شخص یہ کیوں نہیں فکر کرتاہے کہ پروردگارنے اس کے جن عیوب کوچھپاکر رکھاہے وہ اس سے بڑے ہیں جن پر یہ سرزنش کررہاہے اوراس عیب پرکس طرح مذمت کررہاہے جس کاخود مرتکب ہوتاہے اوراگر بعینہ اس گناہ کامرتکب نہیں ہواہے تواس کے علاوہ دوسرے گناہ کرتاہے جواس سے بھی عظیم تر ہیں اور خدا کی قسم! اگراس سے عظیم تر نہیں بھی ہیں تو کمتر توضرور ہی ہیں اورایسی صورت میں برائی کرنے اور سرزنش کرنے کی جرأت بہر حال اس سے بھی عظیم تر ہے.

اے بندہ خدا! دوسرے کے عیب بیان کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے خدانے اسے معاف کردیاہواوراپنے نفس کومعمولی گناہ کے بارے میں محفوظ تصور نہ کرشاید کے خداوند عالم اسی پر عذاب کردے ہر شخص کوچاہئے کہ دوسرے کے عیب بیان کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ اسے اپناعیب بھی معلوم ہے اوراگر عیب سے محفوظ ہے تواس سلامتی کے شکریہ ہی میں مشغول رہے(ا(

حضرت علیؑ کی فرمایش کے مطابق نہ صرف یہ کہ افراد کو چاہئے کہ اپنے دینی اور انسانی برادران کے اسرار کو فاش نہ کریں اور ان کی بے حرمتی نہ کریں بلکہ حضرت کی فرمایش و نصیحت یہ ہے کہ اگر حکومت بھی، سماج و معاشرہ کے جن افراد کے اسرار و عیوب کو جانتی ہے تو اس کو چاہئے، ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھے ان کی خطاوں سے جہاں تک ممکن ہے چشم پوشی کرے، حضرت ایک نامہ کے ذریعہ مالک اشتر کو لکھتے ہیں:

))ولیکن ابعد رعیتک منک واشنأہم عندک اطلبہم لمعائب الناس فان فی الناس عیوبا الوالی احق من سترہا فلا تکشفنّ عما غاب عنک منہا فانّما علیک تطہیر ما ظہر لک واللہ یحکم علی ما غاب عنک فاستر العورۃ ما استطعت یستر اللہ منک ما تحبّ سترہ من رعیّتک))(۱(

رعایا میں سب سے زیادہ دور اور تمہارے نزدیک مبغوض وہ شخص ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے عیوب کو تلاش کرنے والا ہو اس لئے کہ لوگوں میں بہر حال کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمہ داری، والی پر ہے لہذا خبر دار جو عیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا تمہاری ذمہ داری صرف عیوب کی اصلاح کرنا ہے اور غائبات کا فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے ان تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو کہ جن کے سلسلہ میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی پروردگار سے تمنا کرتے ہو۔

البتہ گناہ و معصیت کو پوشیدہ رکھنے اور فاش نہ کرنے کا حکم اور دستور وہاں تک ہے جب تک گناہ فردی و شخصی ہو اور سماج و معاشرے یا اسلامی نظام کے مصالح کے لئے ضرر و زیان کا باعث نہ ہو لیکن اگر کسی فرد نے بیت المال میں خیانت کی ہے، عمومی اموال و افراد کے حقوق ضائع کئے ہیں یا اسلامی نظام کے خلاف سازش اور فعالیت انجام دی ہے، تو اس کے افعال و رفتار کی خبر دینی چاہئے اور اس کو بیت المال کی خیانت و افراد کے حقوق ضائع کرنے کی بنا پر محاکمہ اور سزا دینی چاہئے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنے تعیین کردہ امراء اور کارندوں کے افعال و رفتار کی تحقیق و نظارت کیلئے بہت سے مقام پر اپنے تفتیش کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کارگزاروں کی طرف سے خطا و نافرمانی کی خبر ملتی تھی ان کو حاضر کر کے شدید توبیخ کرتے اور سزا دیتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ بیت المال کے خیانت کاروں اور اموال عمومی کو ضائع کرنے والوں سے قاطعانہ طور پر باز پرس کرتے تھے آپ کے دوران خلافت و حکومت میں یہ مسئلہ بطور کامل مشہود ہے۔

منافقین کے عیوب و معصیت کے لئے یہ دونوں طریقے یقینی طور پر قابل اجرا ہیں، اگر ان کے گناہ، فسق و فجور فردی ہیں تو چشم پوشی سے کام لینا چاہئے لیکن اگر ان کی سرگرمی و فعالیت دشمن اسلام کے مانند ہو ان کا ہدف اسلام اور اسلامی نظام کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا ہو تو ایسی صورت میں ان کی حرکت کو فاش کرنا چاہئے ان کے افراد و ارکان کا تعارف کرانا چاہئے تاکہ امنیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تخریبی حرکتیں انجام نہ دیں، جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا گیا قرآن مجید نے تین سو آیات کے ذریعہ منافقین کی افشا گری کرتے ہوئے ان کی تخریبی فعالیت کی نشاندہی کی ہے اور ان کیصفات کو بطور دقیق بیان کیا گیا ہے، نفاق کی تحریک اور منافقین جماعت کی افشا گری چند بنیادی فوائد رکھتے ہیں۔

۱۔ منافق جماعت کے ذریعہ فریب کے شکار ہوئے افراد خواب غفلت سے بیدار ہو کر حق کے دامن میں واپس آجائیں گے۔

۲۔ دوسرے وہ افراد جو تحریک نفاق سے آشنائی نہیں رکھتے وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور اس کے خلاف موقف اختیار کریں گے ان کے موقف کی بنا پر حزب نفاق کے افراد کنارہ کش اور خلوت نشین ہو جائیں گے۔

۳۔ تیسرے منافقین کی جانی امنیت اور مالی حیثیت، افشا گری کی بنا پر خطرہ سے مواجہ ہو جائیں گی اور ان کی فعالیت میں خاصی کمی واقع ہو جائے گی۔

نفاق کے وسائل سے مقابلہ

منافقین سے مقابلہ کے سلسلہ میں دوسرا نکتہ یہ ہے کے نفاق کے وسایل و حربے نیزان کی راہ وروش کی شناخت ہے، پہلے منافقین کی تخریبی فعالیت کے وسایل اور اہداف کی شناخت ہونا چاہئے پھران سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

نفاق کی شناخت کے لئے ضروری ترین امر، ان کی سیاسی و ثقافتی فعالیت کی روش اور طریقہ کی شناسائی ہے، یہ شناخت نفاق ستیزی کے لئے بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب تک دشمن اور اس کے وسایل و حربے شناختہ شدہ نہ ہوں تو مبارزہ و مقابلہ کی بساط کہیں کی نہیں ہوتی ہے۔

یہاں پر وسائل نفاق سے مقابلہ و مبارزہ کے لئے چند اساسی و بنیادی طریقہ کو بیان کیا جارہے، البتہ دشمن کے ہجومی اور ہر قسم کے تخریبی حملے سے مقابلہ کے لئے کچھ خاص طریقۂ کار کی ضرورت ہے کہ جس کا یہاں احصا ممکن نہیں۔

۱۔ صحیح اطلاع فراہم کرنا

اس سے قبل اشارہ کیا جاچکا ہے کے منافقین کا ایک اور حربہ وو سیلہ افواہ کی ایجاد ہے، اس حربہ سے مقابلہ کیلئے بہترین طریقۂ کار صحیح اور موقع سے اطلاع کا فراہم کرنا ہے، افواہ پھیلانے والے افراد، نظام اطلاعات کے خلاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افواہوں کا بازار گرم کرتے ہیں، اگر اخبار و اطلاعات بہ موقع، صحیح اور دقیق، افراد و اشخاص اور معاشرے کے حوالہ کی جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ افواہ و شایعات اپنے اثرات کھو بیٹھیں گے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں حاکموں پر عوام کے حقوق میں سے ایک حق، ملک کے حالات سے عوام کو آگاہ کرنا بتاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

))اَلا وانّ لکم عندی ان لااحتجز دونکم سراًالافی حرب))(۱(

یاد رکھو! مجھ پر تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی بھی موقع پر کسی راز کو تم سے چھپا کر نہ رکھوں.

مذکورہ کلام میں جنگ کے مسائل و فوجی و نظامی اسرار کا ذکر کسی خصوصیت کا حامل نہیں، صرف یک نمونہ کا ذکر ہے، نظامی اسرار اور اطلاعات کے سلسلہ میں عدم افشا کا معیار معاشرہ اور حکومت کے لئے ایک مصلحت تصور کرنا چاہئے لہذا اسی اصل پر توجہ کرتے ہوئے اور اموی مشینری کی افواہ سازی کے حربہ کو ناکام بنانے کیلئے آپ نے جنگ صفین کے اتمام کے بعد مختلف شہروں میں خطوط بھیجے اور ان خطوط میں جنگ صفین کے تمام تفصیلات بیان کئے، معاویہ اور اس کے افراد کی جنگ طلبی کی وجہ اور علت کو تحریر فرمایا اور دونوں گروہ کے مذاکرات کی تفصیل بھی مرقوم فرمائی(۱(

امام علیہ السلام کے خطوط بھیجنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ امام پیش بینی کررہے تھے کہ معاویہ اور اس کے افراد افواہوں کا بازار گرم کریں گے مسلمانوں کے درمیان مسموم تبلیغ کے ذریعہ، عمومی افکار کی تخریب کرتے ہوئے علوی حکومت کے خلاف عوام کو ورغلائیں گے لہذا امام نے پہل کرتے ہوئے سریع اور صحیح اطلاعات فراہم کرتے ہوئے لوگوں کے افکار اور قضیہ کے ابہامات روشن کردیئے۔

مذکورہ مقام کے علاوہ بہت سے ایسے موارد نہج البلاغہ میں پائے جاتے ہیں کہ جسمیں حضرت نے مختلف مواقع پر حکومتی امور کی گزارش عوام کے سامنے پیش کی ہے، اور اس عمل کے ذریعہ بہت سی افواہ و شایعات کو وجود میں آنے سے روک دیا ہے۔

۲۔ شبہات کی جواب دہی اور سیاسی و دینی بصیرت کی افزائش

شبہ کا القا ایک دوسری روش ہے جس کے ذریعہ منافقین سوء استفادہ کرتے ہیں، منافقین کے شبہات کا منطقی اور برمحل جواب دے کر ان کو خلع سلاح کرتے ہوئے اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے۔

شبہات کے جواب میں منطقی استدلال پیش کرنا ایک، مکتب فکر کے قدرت منداور مستحکم ہونے کی اہم ترین علامت ہے، بحمد اللہ اسلام کے حیات بخش آئین کو عقل قوی اور فطرت کی پشت پناہی حاصل ہے، اہل نفاق کے اس حربہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اسلامی مکتب فکر سے عمیق آشنائی رکھتے ہوئے کی ایجاد کردہ شبہات کی شناسائی اور ان کے شبہات کو حل کرتے ہوئے ان کو گندے عزائم کی تکمیل و تحصیل سے روکنا چاہئے۔

انسان حق پزیر فطرت و خصلت کے حامل ہیں اگر ہم حق کی صورت کو شفاف پیش کرنے کی کوشش کریں تو وہ حق کے مقابل تسلیم ہو سکتے ہیں، خصوصاً نوجوان افراد جن کے یہاں شناخت کے موانع کمتر اور حقیقت پیدا کرنے کی خواہش شدید تر ہے، وہ حق کو جلد ہی درک کر لیتے ہیں اور حق کے مقابل خاضع ہو جاتے ہیں روایات میں جوانی کے زمانہ کو بالیدگی فکر اور بلند ہمتی کا زمانہ کہا گیا ہے اور تاریخی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت موسیؑ پر ایمان لانے والے افراد بنی اسرائیل سے جوان ہی تھے پیامبر عظیمؐ الشان نے بعثت کے آغاز میں، مکہ کے سخت شرائط میں اکثر جوانوں کو ہی اسلام کی طرف جذب کیا تھا۔

دوسرا اصول اور بنیادی طریقہ جو شبہ کے انعقاد کو روکنے میں مفید ہے سماج و معاشرہ کی سیاسی و دینی بصیرت کو زیادہ سے زیادہ ارتقاء دیا جائے، اگر تمام افراد اچھی طرح سے دین کی شناخت و پہچان رکھتے ہوں اور ان کے اندر شبہات کی تنقید و تحقیق کی صلاحیت بھی ہو تو منافقین کبھی بھی القاء شبہ کے ذریعہ اہل اسلام کو شک میں نہیں ڈال سکتے ہیں، اور ان کی سازش ابتدائی ہی منزل پر ناکام ہو کر رہ جائے گی۔

اگر معاشرے کے تمام افراد سیاسی بصیرت کے حامل ہوں اور سیاسی حوادث کی تحقیق و تحلیل کی توانائی بھی رکھتے ہیں تو منافق کبھی بھی اپنی سازش و فتنہ گری کے ذریعہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

اگر امیر المومنین حضرت علیؑ کے ساتھ معرکہ صفین میں جنگ کرنے والے سیاسی بصیرت کے حامل ہوتے تو قرآن کو نیزہ پر بلند کئے جانے والے حیلہ اور حربے سے شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے اور معاویہ کی فوج نفاق کے ذریعہ جنگ کو متوقف نہیں کر سکتی تھی۔

معاشرے کے افراد کی دینی و سیاسی بصیرت کی ارتقاء، نفاق اور اس کے مختلف وسایل سے مبارزہ اور مقابلہ کے لئے سب سے بنیادی طریقہ ہے معاشرے میں اگر کافی مقدار میں صاحبان بصیرت کا وجود ہو تو، منافقین کے مختلف حیلہ و مکر کو خنثیٰ اور ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ اتحاد و وحدت کا تحفظ

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و چند احزاب و گروہ کی ایجاد، منافق جماعت کا اصلی حربہ ہے، اس تحریک نفاق سے مقابلہ کرنے کا طریقہ اسلامی معاشرت کی حریم اور اسکی وحدت کی حفاظت کرنا ہے، اگر اہل اسلام خدا محوری کی بنیاد پر حرکت کریں، خود محوری کو ترک کر دیں یقیناً منافقین کا تفرقہ اندازی کا حربہ اپنا اثر کھو بیٹھے گا اسلام کا دستور حبل خدا کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ سے جدا رہنے کا ہے۔

دین اور احکام اسلامی کی حاکمیت کو دل و جان سے قبول کرنا، اسلامی اخلاق و آداب سے خود کو آراستہ کرنا اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے پرہیز کرنا وغیرہ ایسے اسباب ہیں کہ جسکی وجہ سے ایک متحد سماج اور منظم معاشرے عالم ظہور میں آسکتا ہے، جب تک اسلامی معاشرے و سماج میں اتحاد و وحدت کی ضو فشانی رہے گی ہر گز اسلام کے مخالفین حتی منافقین اپنے اہداف و مقاصد میں ظفریاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

وحدت و اتحاد کی حفاظت، اختلاف کو ختم کرنے کی جدوجہد قابل قدر و اہمیت کی حامل ہیں، لہذا ہر فرد کا وظیفہ بنتا ہے کہ اپنی توانائی کے اعتبار سے اس کی کامیابی کے لئے سعی و کوشش کرے۔

پیامبر عظیم الشانؐ اکثر موارد میں خود حاضر ہو کر افراد اور قبائل کے مابین اختلاف اور ان کی آپسی دشمنی کو حل و فصل کراتے تھے ان کو دوستی مساوات اور اسلامی اقدار پر گامزن رہنے کے لئے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

منافقین سے قابعانہ برتاؤ

منافقین سے مقابلہ کا ایک اور طریقہ ان کے ساتھ قابعانہ برتاؤ اور غیر مصلحت آمیز سلوک ہے، جب تک منافقین کی جدجہد قیل و قال کے مرحلہ میں ہے اسلامی نظام کو روشن فکری کے ذریعہ سے مقابلہ کرنا چاہئے لیکن جب منافقین تخریبی اعمال و حرکات انجام دینے لگیں تو شدت و قوت سے مقابلہ ہونا چاہئے۔

خداوند عالم آخرت میں منافقین سے قابعانہ برتاؤ کا اعلان کرتے ہوئے صاحبان ایمان کو بھی ویسے ہی برتاؤ کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔

)ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار)(۱(

بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اسی بنا خداوند متعال قرآن میں رسول خداؐ کو خطاب کرتے ہوئے فرما رہا ہے:

)یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم)(۲(

پیامبر! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

کفار کے مقابلہ میں جہاد کا طریقۂ کار آشکار ہے، یہ جہاد ہر زاویے سے ہے بالخصوص مسلحانہ ہے، لیکن منافقین سے جہاد کا طور و طریقہ مورد بحث ہے اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ پیامبرؐ نے منافقین سے مسلحانہ جنگ نہیں کی تھی۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

))ان الرسول اللہ لم یقاتل منافقاً))(۱(

رسول خدا نے منافق سے جنگ نہیں کی تھی۔

منافقین سے جہاد نہ کرنے کی دلیل بھی واضح ہے اس لئے کہ منافقین ظواہر اسلام کا اظہار کرتے تھے لہذا تمام اسلامی آثار و فوائد کے مستحق تھے، گرچہ باطن میں وہ اسلامی آئین کی خلاف ورزی کرتے تھے اسلام کے اظہار کرنے والے سے، کسی کو غیر اسلامی رفتار کرنے کا حق نہیں یعنی منافق کے ساتھ وہ سلوک نہیں ہونا چاہئے جو غیر اسلام (کافر) سے کیا جاتا ہے۔

پیامبر اسلامؐ کے زمانہ میں کسی منافق نے علی الاعلان اسلام کی مخالفت میں پرچم بلند نہیں کیا تھا لہذا پیامبرؐ نے بھی مسلحانہ جنگ انجام نہیں دی تھی۔

لہذا قرآن میں منافق سے جہاد کے دستور کے معنی و مفہوم کو جنگ و جہاد کی دوسری اشکال سے تعبیر کرنا ہوگا جو غیر مسلحانہ ہو، جیسے ان کی سرزنش و توبیخ کرنا مذمت و تہدید سے پیش آنا، رسوا اور ذلیل کرنا وغیرہ شاید ''واغلظ علیہم'' کا مفہوم بھی ان ہی قسم کے برتاؤ پر صادق آتا ہو۔

البتہ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جب تک منافقین کے اندرونی اسرار اور خفیہ پروگرام آشکار نہ ہوں نیز ان کی تخریبی حرکات سامنے نہ آئے تب تک وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں لیکن جب ان کے باطنی اسرار فاش ہوں اور یہ واضح ہو جائے کہ اسلام و اسلامی نظام کے سلسلہ میں تخریبی اعمال انجام دینا چاہتے ہیں تو ان کو سرکوب کرنا ضروری ہے خواہ مسلحانہ طریقہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔

بہر حال بنی امیہ کی منافق جماعت کے ارکان اور اس کے سر غنہ معاویہ سے امیر المومنین حضرت علی کا برتاؤ اور رویہ مذکورہ آیت کا بہترین مصداق ہے۔ جب تک منافقین کا طرز عمل سخن و گفتگو تک محدود تھا آپ نے کوئی فوجی کاروائی نہیں کی بلکہ صرف گفت و شنود اور مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرتے رہے لیکن جب نفاق حرف و کلام سے آگے بڑھ گیا اور حرب و جنگ کی نوبت آگئی تو آپ قابعانہ و قہر آمیز برتاؤ سے پیش آئے۔

آپ نے اپنی گفتگو و خطبات کے ذریعہ ان کے افکار و نظریات کو مسمار اور مسلحانہ اقدام کے ذریعہ ان کو ہمیشہ کے لئے ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین الھم صل علی محمد وآلہ الطاہرین

وہ مصادر و مآخذ جن سے کتاب ہذا کے مطالب

کو

اخذ کیا گیا ہے

۱۔ قرآن کریم

۲۔ نہج البلاغہ

۳۔ الاحتجاج: مرحوم طبرسی

۴۔ اسد الغاب: ابن اثیر

۵۔ الاصابۃ: ابن حجر عسقلانی

۶۔ اصول کافی: مرحوم کلینی

۷۔ اعلام الوری: طبرسی

۸۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ: اسد حیدر

۹۔ بحار الانوار: علامہ مجلسی

۱۰۔ تاریخ الامم والرسل: طبرسی

۱۱۔ تفسیر قرآن: قرطبیؒ

۱۲۔ تفسیر نمونہ: مکارم شیرازی وہمکاران

۱۳۔ تفسیر سورہ توبہ و منافقون: جعفر سبحانی

۱۴۔ تفسیر المنیر: دکتر وہبۃ زحیلی

۱۵۔ تصنیف غرر الحکم: دفتر تبلیغات اسلامی قم

۱۶۔ جاذبہ ودافعہ امام علیؑ: شہید مطہری

۱۷۔ حدیث الافک: سید جعفر مرتضیٰ

۱۸۔خصال: شیخ صدوق

۱۹۔الدر المنثور: جلال الدین سیوطی

۲۰۔رسالت خواص و عبرتہای عاشورا: سید احمد خاتمی

۲۱۔سفینۃ البحار: شیخ عباس قمی

۲۲۔سیرۃ: ابن ہشام

۲۳۔شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید

۲۴۔شرح نہج البلاغہ: مرحوم خوئی

۲۵۔شیخ فضل اللہ نوری و مشروطیت: رویارویی دو اندیشہ: مہدی انصاری

۲۶۔العقد الفرید: ابن عبد ربہ اندلسی

۲۷۔الغارات: ابو اسحاق ابراہیم بن محمد

۲۸۔غرر الحکم

۲۹۔فتوح البلدان: بلاذری

۳۰۔فروغ ابدیت: جعفر سبحانی

۳۱۔قاموس الرجال: تستری

۳۲۔کلمات قصار، پندہا و حکمتہا، گزیدہ سخنان امام خمینیؒ

۳۳۔لسان العرب: ابن منظور

۳۴۔مجمع البیان: طبرسی

۳۵۔مجموعہ ورام

۳۶۔المحجۃ البیضاء: فیض کاشانی

۳۷۔مروج الذہب: مسعودی

۳۸۔مسالہ نفاق: شہید مطہری

۳۹۔مستدرک الوسائل: محدث نوری

۴۰۔المصباح المنیر: فیومی

۴۱۔ملل و نحل: شہرستانی

۴۲۔منشور جاوید قرآن؛ جعفر سبحانی

۴۳۔مواہب الرحمان: سید عبد الاعلی سبزواری

۴۴۔ میزان الحکمہ: محمدی ری شہری

۴۵۔ نظریہ المعرفۃ: جعفر سبحانی

۴۶۔ النہایۃ: ابن اثیر

۴۷۔ نہضتہای اسلامی در صد سال اخیر: شہید مطہری

۴۸۔ نور الثقلین: جمعۃ العروسی الحویزی

۴۹۔ وسایل الشیعہ: شیخ حر عاملی